احکامِ تراویح واعتکاف مع بیس تراویح کا ثبوت

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد ہاشم خان العطاری المدنی مدظلہ العالی

ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

وعلیٰ اٰلك واصحابك یا حبیب اللہ

نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔احکامِ تراویح واعتکاف مع بیس تراویح کا ثبوت

مصنف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت علامہ مفتی محمد ہاشم خان العطاری المدنی مدظلہ العالی

ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صفحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 112

قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ روپے

اشاعتِ ثانی ۔۔۔۔۔۔۔

فہرست

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسيلن اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

تراویح کا بیان

تراویح سنتِ مؤکدہ ہے

سوال: تراویح پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ مردوعورت دونوں کے لیے بیان فرمادیں؟

جواب: تراویح مردوعورت سب کے لیے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک جائز نہیں، اس پر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مداومت فرمائی۔ عمدۃ المتأخرین علامہ علاءالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''(التَّرَاوِيحُ سُنَّةٌ) مُؤَكَّدَةٌ لِمُوَاظَبَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ (لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ) إجْمَاعًا ''ترجمہ: تراویح مردوعورت سب کے لیے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے کیونکہ خلفائے راشدین نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہے۔

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج2، ص596، مكتبه رشيديه، كوئٹه)

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری سنت اور سنت خلفائے راشدین کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ)) ترجمہ: تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے، اس کو دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑلو۔

(سنن ابن ماجه، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين، ج1، ص15، داراحياء الكتب العربيه، بيروت)☆(جامع الترمذي، أبواب العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة، ج5، ص44،

مصطفی البابی،مصر)

اور ارشاد فرمایا((اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکروعمر)) ابوبکرو عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

(جامع الترمذی، مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ج2،ص207، مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ ،دہلی بھارت)

بلکہ خود حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بھی تراویح پڑھتے رہے ۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،فرماتے ہیں((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ)) ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں بیس(20) رکعتیں تراویح اور وتر ادا فرماتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصلی فی رمضان من رکعۃ،ج2،ص164،مکتبۃ الرشد،الریاض)

اور سے سنت قرار دیا، چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں((إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ، فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور میں تمہارے لیے اس کے قیام کو سنت قرار دیتا ہوں،تو جو کوئی ایمان اور اخلاص کے ساتھ اس میں روزے رکھے اور قیام کرے تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جاتا ہے جس دن اس کی والدہ نے اسے جنا تھا۔

(سنن نسائی،ج4،ص158،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،حلب)

اسے بہت پسند فرماتے اور اس کی ترغیب دلاتے،صحیح بخاری میں ہے۔

((وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُهُمْ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ))

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قیامِ رمضان کی ترغیب دلاتے۔

(صحیح بخاری،باب قیام شہر رمضان،ج2،ص695،دار طوق النجاۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) ترجمہ: جو رمضان میں قیام کرے ایمان کی وجہ سے اور ثواب طلب کرنے کے لیے،اس کے اگلے سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان وہو التراویح، الحدیث ج1،ص523،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

تین دن جماعت سے ادا فرمائی پھر اس اندیشہ سے کہ امت پر فرض نہ ہو (جماعت کو) جائے ترک فرمایا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں((أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى رِجَالٌ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا بِذَلِكَ، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَصَلَّى فَصَلَّوْا مَعَهُ فَتَحَدَّثُوا بِذَلِكَ فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَفِقَ رِجَالٌ مِنْهُمْ يَقُولُونَ :الصَّلَاةَ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاةَ الْفَجْرِ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ:أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ شَأْنُكُمُ اللَّيْلَةَ، وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجَزُوا عَنْهَا)) ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (رمضان کی) ایک رات باہر تشریف لائے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی ،لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی،صبح کو لوگوں نے اس کے بارے میں آپس میں گفتگو کی،پس اس سے زیادہ لوگ جمع ہوگئے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسری رات باہر تشریف لائے ،نماز پڑھی

،لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی،(صبح کو)لوگوں نے آپس میں گفتگو کی ،تو تیسری رات کو مسجد میں لوگ پہلے سے زیادہ جمع ہو گئے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے ،لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی،جب چوتھی رات آئی تو اتنے لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں سمانا مشکل ہو گیا،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے ،لوگوں نے نماز نماز پکارا،مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے ،یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے ،جب نمازِ فجر مکمل فرمالی ،لوگوں کی طرف توجہ فرمائی ،خطبہ دیا اور فرمایا:تمہارا رات کا معاملہ مجھ پر مخفی نہ تھا،مگر میں ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس سے عاجز آ جاؤ۔

(صحیح بخاری،باب قیام شہر رمضان،ج2،ص694،دارطوق النجاۃ)

پھر خلیفۂ راشد امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کا اہتمام فرمایا،چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرماتے ہیں((خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَیْلَۃً فِی رَمَضَانَ إِلَی المَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، یُصَلِّی الرَّجُلُ لِنَفْسِہِ، وَیُصَلِّی الرَّجُلُ فَیُصَلِّی بِصَلاَتِہِ الرَّھْطُ، فَقَالَ عُمَرُ :إِنِّی أَرَی لَوْ جَمَعْتُ ھَؤُلاَءِ عَلَی قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَکَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ، فَجَمَعَھُمْ عَلَی أُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَہُ لَیْلَۃً أُخْرَی، وَالنَّاسُ یُصَلُّونَ بِصَلاَۃِ قَارِئِھِمْ، قَالَ عُمَرُ :نِعْمَ البِدْعَۃُ ھَذِہِ)) ترجمہ:فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں ایک رات مسجد کو تشریف لے گئے اور لوگوں کو متفرق طور پر نماز پڑھتے پایا کوئی تنہا پڑھ رہا ہے،کسی کے ساتھ کچھ لوگ پڑھ رہے ہیں،فرمایا:میں مناسب جانتا ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کر دوں تو بہتر ہو،پھر اس کا عزم فرمایا اور سب کو ایک امام ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اکٹھا کر دیا پھر دوسرے دن تشریف لے گئے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ

ھٰذِہٖ یہ اچھی بدعت ہے۔(صحیح بخاری،باب قیام شہر رمضان،ج2،ص695،دارطوق النجاۃ)

تراویح کی رکعتیں بیس(20) ہیں

سوال:تراویح کی رکعتیں کتنی ہیں؟

جواب:جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔خاتم المحققین علامہ امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"(وَھِیَ عِشْرُونَ رَکْعَۃً ھُوَ قَوْلُ الْجُمْھُورِ وَعَلَیْہِ عَمَلُ النَّاسِ شَرْقًا وَغَرْبًا"ترجمہ:تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے اور مشرق و مغرب کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، مبحث صلاۃ التراویح، ج 2، ص45،دارالفکر،بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"تراویح سنتِ مؤکدہ ہے محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے خصوصاً جب ترک کی عادت بنالے،تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس ہی ہے۔ایک روایت کے مطابق امام مالک کے ہاں ان کی تعداد چھتیس ہے۔

(فتاوی رضویہ،ج7،ص457،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

اور یہی مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان ،تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اقوال وافعال سے ثابت ہے،جس کے تفصیلی دلائل آخر میں موجود ہیں۔

تراویح کا وقت فرض عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے

سوال:تراویح کا وقت کب سے کب تک ہے؟

جواب:اس کا وقت فرض عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔مستحب یہ

ہے کہ تہائی رات یا نصف تک تاخیر کریں اور آدھی رات کے بعد پڑھیں تو بھی کراہت نہیں۔درمختار میں ہے''(وَوَقْتُهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ) إلَى الْفَجْرِ ---(وَيُسْتَحَبُّ تَأْخِيرُهَا إلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ) أَوْ نِصْفِهِ، وَلَا تُكْرَهُ بَعْدَهُ فِي الْأَصَحِّ ''ترجمہ:اس کا وقت عشاء کے وقت سے فجر تک ہے۔۔اور تہائی یا نصف رات تک اس کی تاخیر مستحب ہے،اصح قول میں اس کے بعد بھی کراہت نہیں۔

(الدرالمختارمع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص43،دارالفکر،بیروت)

تراویح وتروں کے بعد بھی ہوسکتی ہے

سوال:اس کا وقت وتروں سے پہلے ہے یا بعد میں؟

جواب:وتر سے پہلے بھی ہوسکتی ہے اور بعد بھی۔تو اگر کچھ رکعتیں اس کی باقی رہ گئیں کہ امام وتر کو کھڑا ہوگیا تو امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر باقی ادا کرلے جب کہ فرض جماعت سے پڑھے ہوں اور یہ افضل ہے اور اگر تراویح پوری کر کے وتر تنہا پڑھے تو بھی جائز ہے۔درمختار میں ہے''(وَوَقْتُهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ) إلَى الْفَجْرِ (قَبْلَ الْوِتْرِ وَبَعْدَهُ) فِي الْأَصَحِّ، فَلَوْ فَاتَهُ بَعْضُهَا وَقَامَ الْإِمَامُ إلَى الْوِتْرِ أَوْتَرَ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّى مَا فَاتَهُ ''ترجمہ:اس کا وقت عشاء کے وقت سے فجر تک ہے، چاہے وتر سے پہلے ہو یا بعد میں،لہذا اگر اس کی بعض تراویح فوت ہوجائیں اور امام وتر کے لیے کھڑا ہوجائے تو یہ امام کے ساتھ وتر پڑھے اور بعد میں فوت شدہ پڑھے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص43،دارالفکر،بیروت)

اس کے تحت شامی میں ہے''(قَوْلُهُ فَلَوْ فَاتَهُ بَعْضُهَا إلَخْ) تَفْرِيعٌ عَلَى الْأَصَحِّ، لَكِنَّهُ مَبْنِيٌّ عَلَى أَنَّ الْأَفْضَلَ فِي الْوِتْرِ الْجَمَاعَةُ لَا الْمَنْزِلُ وَفِيهِ خِلَافٌ سَيَأْتِي، فَقَوْلُهُ أَوْتَرَ مَعَهُ:أَيْ عَلَى وَجْهِ الْأَفْضَلِيَّةِ ''ترجمہ:درمختار کی یہ

تفریع اصح قول پر ہے،لیکن یہ اس قول پر مبنی ہے کہ وتر گھر کے بجائے جماعت سے افضل ہیں،اس میں اختلاف عنقریب بیان ہوگا،درمختار کا یہ قول کہ وتر امام کے ساتھ پڑھے،یہ افضلیت کے طور پر ہے یعنی اس کے خلاف بھی کرے گا کہ پہلے چھوٹی ہوئی تراویح کی رکعتیں پڑھ لے اور بعد میں وتر پڑھے تو بھی ٹھیک ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص44،دارالفکر،بیروت)

اگر فرض بے طہارت پڑھے تھے،تو فرضوں کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرے

سوال:اگر بعد میں معلوم ہوا کہ نماز عشا بغیر طہارت پڑھی تھی اور تراویح و وتر طہارت کے ساتھ،تو کیا کرے؟

جواب:اگر بعد میں معلوم ہوا کہ نماز عشا بغیر طہارت پڑھی تھی اور تراویح و وتر طہارت کے ساتھ تو عشا و تراویح پھر پڑھے،وتر ہوگئے۔فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَالصَّحِيحُ أَنَّ وَقْتَهَا مَا بَعْدَ الْعِشَاءِ إلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ قَبْلَ الْوِتْرِ وَبَعْدَهُ حَتَّى لَوْ تَبَيَّنَ أَنَّ الْعِشَاءَ صَلَّاهَا بِلَا طَهَارَةٍ دُونَ التَّرَاوِيحِ وَالْوِتْرِ أَعَادَ التَّرَاوِيحَ مَعَ الْعِشَاءِ دُونَ الْوِتْرِ لِأَنَّهَا تَبَعٌ لِلْعِشَاءِ هَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَإِنَّ الْوِتْرَ غَيْرُ تَابِعٍ لِلْعِشَاءِ فِي الْوَقْتِ عِنْدَهُ، وَالتَّقْدِيمُ إنَّمَا وَجَبَ لِأَجْلِ التَّرْتِيبِ وَذَلِكَ يَسْقُطُ بِعُذْرِ النِّسْيَانِ فَيَصِحُّ إذَا أَدَّى قَبْلَ الْعِشَاءِ بِالنِّسْيَانِ بِخِلَافِ التَّرَاوِيحِ فَإِنَّ وَقْتَهَا بَعْدَ أَدَاءِ الْعِشَاءِ فَلَا يُعْتَدُّ بِمَا أُدِّيَ قَبْلَ الْعِشَاءِ ''ترجمہ:صحیح یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد طلوعِ فجر سے پہلے ہے ،چاہے وتروں سے پہلے ہو یا بعد میں،یہاں تک کہ اگر بعد میں ظاہر ہوا کہ عشاء کے فرض بغیر طہارت پڑھے گئے ہیں اور تراویح اور وتر طہارت کے ساتھ،تو عشاء کے

ساتھ تراویح کا اعادہ کرے گا، وتروں کا اعادہ نہیں کرے گا، کیونکہ تراویح فرضوں کے تابع ہے، یہ مسئلہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے، پس امام اعظم کے نزدیک وتر وقت میں عشاء کے تابع نہیں ہے، فرضوں کی تقدیم صرف ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور یہ نسیان کے عذر کی وجہ سے ساقط ہوجاتی ہے، لہذا اگر کسی نے بھول کر وتر عشاء سے پہلے پڑھ لیے تو صحیح ہوجائیں گے، تراویح کا مسئلہ اس سے مختلف ہے کہ اس کا وقت عشاء کی ادائیگی کے بعد ہے لہذا جو عشاء سے پہلے تراویح پڑھیں گئیں وہ شمار نہیں ہوں گی۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص115، دار الفکر، بیروت)

اگر تراویح فوت ہوجائیں تو ان کی قضا نہیں

سوال: اگر تراویح فوت ہوجائیں تو کیا کریں؟

جواب: اگر فوت ہوجائیں تو ان کی قضا نہیں اور اگر قضا تنہا پڑھ لی تو تراویح نہیں بلکہ نفل مستحب ہیں۔ درمختار میں ہے ''(وَلَا تُقْضَى إِذَا فَاتَتْ أَصْلًا وَلَا وَحْدَهُ فِي الْأَصَحِّ (فَإِنْ قَضَاهَا كَانَتْ نَفْلًا مُسْتَحَبًّا وَلَيْسَ بِتَرَاوِحٍ) كَسُنَّةِ مَغْرِبٍ وَعِشَاءٍ ''ترجمہ: فوت ہونے کی صورت میں تراویح بالکل قضا نہیں کی جائیں گی، اکیلے بھی نہیں پڑھ سکتے اصح قول میں، اگر قضاء پڑھ لی تو نفل مستحب ہے، تراویح نہیں ہوگی، جیسا کہ مغرب اور عشاء کی سنتیں فوت ہوجائیں تو یہی حکم ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص44، دارالفکر، بیروت)

بیس رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: بیس رکعتیں کتنے سلاموں کے ساتھ پڑھے؟

جواب: تراویح کی بیس رکعتیں دس سلام سے پڑھے یعنی ہر دو رکعت پر

سلام پھیرے اور اگر کسی نے بیسوں پڑھ کر آخر میں سلام پھیرا تو اگر ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا تو ہوجائے گی مگر کراہت کے ساتھ اور اگر قعدہ نہ کیا تھا تو دو رکعت کے قائم مقام ہوئیں، درمختار میں ہے ''(وَهِيَ عِشْرُونَ رَكْعَةً--- بِعَشْرِ تَسْلِيمَاتٍ) فَلَوْ فَعَلَهَا بِتَسْلِيمَةٍ، فَإِنْ قَعَدَ لِكُلِّ شَفْعٍ صَحَّتْ بِكَرَاهَةٍ وَإِلَّا نَابَتْ عَنْ شَفْعٍ وَاحِدٍ بِهِ يُفْتَى ''ترجمہ: تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں کے ساتھ، پس اگر کسی نے ایک سلام کے ساتھ پڑھیں، اور ہر دو رکعت پر قعدہ کیا تو کراہت کے ساتھ صحیح ہوجائیں گی اور اگر ہر دو پر قعدہ نہ کیا تو کل رکعتیں دو رکعت کے قائم مقام ہوں گی۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص45، دارالفکر، بیروت)

دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھانے پر سید زادے کی توہین کرنا ناجائز ہے

سوال: ایک پیرزادہ سید صاحب نے نماز تراویح میں ایک سلام سے دس رکعت سفر کی حالت میں امامت سے پڑھادیں، جماعت معترض ہوئی کہ نماز ناجائز ہوئی۔ سید صاحب نے کہا کہ منیۃ المصلی میں صاف طور پر بلاکراہت بیک سلام جائز ہے، اس پر سید صاحب کو برا کہنا اور نماز کو ناجائز وحرام کہنا ان کے حق میں کیسا ہے؟

جواب: نماز کو ناجائز وحرام کہنا باطل ہے اور سید کی توہین وبے ادبی سخت گناہ ہے اور صحیح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز ہوگئی دسوں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف (اولیٰ) ومکروہ ضرور ہوئیں منیہ کا قول لا یکرہ (مکروہ نہیں) خلافِ صحیح ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج7، ص454، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں تو اس کے احکام

سوال: جو شخص چار رکعت تراویح یا اور چار رکعت نوافل ایک نیت سے پڑھے تو قعدۂ اولیٰ میں درود شریف ودعا اور تیسری رکعت میں ثناء پڑھے گا یا نہیں؟

جواب: پڑھنا بہتر ہے، درمختار میں ہے ”لایصلی علی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولیٰ فی الاربع قبل الظھر و الجمعۃ و بعدھا لایستفتح اذا قام الی الثالثۃ منھا وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلوۃ“ ترجمہ: ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں اور بعد کی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود شریف نہ پڑھا جائے اور تیسری رکعت میں ثناء بھی نہ پڑھی جائے اور باقی چار رکعتوں والی سنتوں اور نفلوں میں درود شریف پڑھا جائے، تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ بھی پڑھا جائے گا اگرچہ اس نے نوافل کی نذر مانی ہو کیونکہ یہ جوڑا جوڑا نماز ہے۔

(درمختار، باب الوتر والنوافل، ج1، ص95، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، بھارت)

مگر تراویح خود ہی دو رکعت بہتر ہے لانہ ھو المتوارث (کیونکہ طریقہ متوارثہ یہی ہے۔) تنویر میں ہے ”عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات“ ترجمہ: بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ پڑھائی جائیں۔

(تنویر الابصار مع درمختار، باب الوتر والنوافل، ج1، ص98، مطبع مجتبائی، دہلی، بھارت)

یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہوں گی اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو۔

(فتاوی رضویہ ملخصاً، ج7، ص443,444، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب دو دو کر کے تراویح پڑھے تو بیس کی اکٹھی نیت کرنے کا حکم

سوال: جب دو دو کر کے تراویح پڑھے تو ہر دو پر علیحدہ نیت کرے یا اکٹھی بیس رکعتوں کی نیت بھی کر سکتا ہے؟

جواب: احتیاط یہ ہے کہ جب دو دو رکعت پر سلام پھیرے تو ہر دو رکعت پر الگ الگ نیت کرے اور اگر ایک ساتھ بیسوں رکعت کی نیت کر لی تو بھی جائز ہے۔ خاتم المحققین علامہ امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ھَلْ یُشْتَرَطُ أَنْ یُجَدِّدَ فِی التَّرَاوِیحِ لِکُلِّ شَفْعٍ نِیَّۃً؟ فَفِی الْخُلَاصَۃِ: الصَّحِیحُ نَعَمْ لِأَنَّہُ صَلَاۃٌ عَلَی حِدَۃٍ وَفِی الْخَانِیَّۃِ: الْأَصَحُّ لَا، عَیَّنَ الْکُلَّ بِمَنْزِلَۃِ صَلَاۃٍ وَاحِدَۃٍ کَذَا فِی التَّتَارْخَانِیَّۃِ، وَظَاھِرُہُ أَنَّ الْخِلَافَ فِی أَصْلِ النِّیَّۃِ وَیَظْھَرُ لِی التَّصْحِیحُ الْأَوَّلُ لِأَنَّہُ بِالسَّلَامِ خَرَجَ مِنْ الصَّلَاۃِ حَقِیقَۃً فَلَا بُدَّ فِی دُخُولِہِ فِیھَا مِنْ النِّیَّۃِ، وَلَا شَکَّ أَنَّہُ الْأَحْوَطُ خُرُوجًا مِنْ الْخِلَافِ، نَعَمْ رَجَّحَ فِی الْحِلْیَۃِ الثَّانِیَ إنْ نَوَی التَّرَاوِیحَ کُلَّھَا عِنْدَ الشُّرُوعِ فِی الشَّفْعِ الْأَوَّلِ کَمَا لَوْ خَرَجَ مِنْ مَنْزِلِہِ یُرِیدُ صَلَاۃَ الْفَرْضِ مَعَ الْجَمَاعَۃِ وَلَمْ تَحْضُرْہُ النِّیَّۃُ“ ترجمہ: کیا تراویح کی ہر دو رکعت پر الگ نیت کرنا ضروری ہے؟ خلاصہ میں ہے: صحیح یہ ہے کہ ہاں الگ نیت ضروری ہے کیونکہ یہ ایک علیحدہ نماز ہے۔ خانیہ میں ہے: اصح یہ ہے کہ الگ نیت ضروری نہیں، انہوں نے (قاضی خان علیہ الرحمہ) نے کل کو ایک نماز کے منزلہ میں دیکھا ہے، ایسا ہی تتارخانیہ میں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے اختلاف اصلِ نیت میں ہے۔ میرے لیے اول کی تصحیح ظاہر ہوئی ہے کیونکہ سلام سے حقیقۃً نماز سے نکل گیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ دوبارہ نماز میں داخل ہونے کے لیے نیت کرے اور شک نہیں کہ یہی احوط (زیادہ احتیاط والا) ہے کیونکہ اس میں اختلاف سے بچنا ہے۔ ہاں حلیہ میں ثانی

کو ترجیح دی ہے بشرطیکہ وہ پہلی دو رکعتوں کی نیت کے وقت کل کی نیت کرلے، جیسا کہ اگر وہ گھر سے فرض باجماعت پڑھنے کے ارادہ سے نکلے اور اس کی نیت حاضر نہ ہو۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص44،دارالفکر،بیروت)

تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے

سوال: تراویح میں قرآن مجید ختم کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے اور دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل۔ لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم کو ترک نہیں سکتے۔ عمدۃ المتأخرین علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”(وَالْخَتْمُ) مَرَّةً سُنَّةٌ وَمَرَّتَيْنِ فَضِيلَةٌ وَثَلَاثًا أَفْضَلُ (وَلَا يُتْرَكُ) الْخَتْمُ (لِكَسَلِ الْقَوْمِ)“ ترجمہ: ختم قرآن ایک مرتبہ سنت ہے، دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل ہے اور قوم کی سستی کی وجہ ختم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص46،دارالفکر،بیروت)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا” تراویح میں پورا کلام اللہ تعالیٰ سننا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ؟ تو جواباً ارشاد فرمایا”تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا سنتِ مؤکدہ ہے۔“

(فتاوی رضویہ،ج7،ص458،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

تراویح کے بعد قرآن سننے کا حکم

سوال: ایک شخص کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیزیں ہیں ایک قرأت قرآن مجید کی جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنت مؤکدہ، جب نماز تراویح

میں قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا مگر قرأت کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لئے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی سے قرآن شریف سن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہوجائیں، کیا یہ قول زید کا صحیح ہے؟

جواب: زید کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے، تراویح سنت مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا ہر نماز میں ہر مہینے ہر وقت میں فرض ہے، تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو یہ جہل محض ہے، جب تراویح پڑھیں اور اُن میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا دونوں سنتیں ادا ہوگئیں دونوں کا ثواب بعونہٖ تعالیٰ مل گیا، بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سننا فرض درکنار نہ واجب نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اگر کوئی کرے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے فرض یا واجب یا مؤکد سمجھنا حرام و بدعت، اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی سمجھنا سخت جہالت۔

(فتاوی رضویہ،ج7،ص473،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

تلاوتِ قرآن اور ذکر ولادتِ اقدس میں سے کیا افضل ہے؟

سوال: جو شخص کہے کہ نماز تراویح میں قرآن شریف کے سننے سے ذکر ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سننا اچھا ہے، آیا یہ شخص غلطی پر ہے یا نہیں؟

جواب: اگرچہ قرآن عظیم وتہلیل وتکبیر وتسبیح و ذکر شریف حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب ذکر الٰہی ہیں آیت کریمہ ﴿ورفعنا لک ذکرک﴾ کی تفسیر میں حدیث قدسی ہے ((جعلتك ذكرا من ذكري فمن

ذكرك فقد ذكرني)) یعنی رب العزت عزوجل اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

(کتاب الشفاء ،الفصل الاول من الباب الاول،ج1،ص15،مطبوعه شركة صحافية دولت عثمانيه ،تركی)

مگر قرآن عظیم اعظم طرق اذکار الٰہیہ ہے حدیث قدسی میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب عزوجل فرماتا ہے **((من شغله القرأن عن ذكري ومسألتي اعطيته افضل من اعطى السائلين، وفضل كلام الله على سائر الكلام كفضل الله على خلقه))** ترجمہ: جسے قرآن عظیم میرے ذکر ودعا سے روکے یعنی بجائے ذکر ودعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے، اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عزوجل کا فضل اپنی مخلوق پر۔

(جامع الترمذی ،ابواب فضائل القرآن،ج2،ص116،مطبوعه کمپنی کتب خانه رشيديه، دہلی)

خصوصاً تراویح کا ایک ختم کہ سنت جلیلہ ہے اور مجلس میلاد مبارک عمل مستحب اور سنت مستحب سے بلاشبہہ افضل۔

ہاں اگر کسی شخص کے لئے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف سننا اس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم وآکد ہو جائے مثلاً اس کے قلب میں عدو رجیم (مردود دشمن) نے معاذ اللہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وساوس ڈالے اور ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرما رہا ہے اس کا سننا اس وساوس کو دور کرے گا اور دل میں معاذ اللہ معاذ اللہ اُن کے جم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کہ محبت وتعظیم حبیب کریم

علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اصل کار و مدار ایمان ہے، معاذ اللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویح نافع ،نسأل اللّٰه العفو و العافية (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور درگزر کا سوال کرتے ہیں)

(فتاوی رضويه،ج7،ص482،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ابتداء میں ثنا اور آخر میں دعا چھوڑنا کیسا؟

سوال: کیا تراویح میں پہلی رکعت کی ابتداء میں ثنا اور تشہد کے بعد دعا چھوڑ سکتے ہیں؟

جواب: امام ومقتدی ہر دو رکعت پر ثنا پڑھیں اور بعد تشہد دُعا بھی، ہاں اگر مقتدیوں پر گرانی ہو تو تشہد کے بعد اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ پر اکتفا کرے۔ درمختار میں ہے ’’(وَيَأْتِي الْإِمَامُ وَالْقَوْمُ بِالثَّنَاءِ فِي كُلِّ شَفْعٍ، وَيَزِيدُ الْإِمَامُ (عَلَى التَّشَهُّدِ، إلَّا أَنْ يَمَلَّ الْقَوْمُ فَيَأْتِي بِالصَّلَوَاتِ)وَيَكْتَفِي بِاللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ لِأَنَّهُ الْفَرْضُ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ(وَيَتْرُكُ الدَّعَوَاتِ)‘‘ ترجمہ: امام اور قوم ہر دو رکعت پر ثنا پڑھیں، اور امام تشہد کے بعد (درود اور دعا) پڑھے گا، ہاں اگر مقتدی اس سے پریشان ہوں تو تشہد کے بعد صرف اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ پر اکتفا کرے کہ امام شافعی کے نزدیک یہ فرض ہے، اور دعا کو چھوڑ دے۔

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج2، ص47،دارالفکر،بیروت)

تراویح میں ختمِ قرآن ستائیسویں کو بہتر ہے

سوال: تراویح میں ختمِ قرآن کس تاریخ کو بہتر ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ’’وَيَنْبَغِي لِلْإِمَامِ إذَا أَرَادَ الْخَتْمَ أَنْ يَخْتِمَ فِي لَيْلَةِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِينَ‘‘

ترجمہ: اگر امام کا ختم کا ارادہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں کو ختم کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص118، دار الفکر، بیروت)

ختمِ قرآن ہونے کے بعد بھی رمضان کی باقی راتوں میں تراویح سنتِ مؤکدہ ہے

سوال: اگر ستائیسویں شب کو ختمِ قرآن ہو جائے تو کیا بعد کے دنوں میں تراویح پڑھنی ہیں؟

جواب: اگر اس رات میں یا اس کے پہلے ختم ہو تو تراویح آخر رمضان تک برابر پڑھتے رہیں کہ سنت مؤکدہ ہیں۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''لَوْ حَصَلَ الْخَتْمُ لَيْلَةَ التَّاسِعَ عَشَرَ أَوْ الْحَادِي وَالْعِشْرِينَ لَا تُتْرَكُ التَّرَاوِيحُ فِي بَقِيَّةِ الشَّهْرِ لِأَنَّهَا سُنَّةٌ، كَذَا فِي الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ الْأَصَحُّ أَنَّهُ يُكْرَهُ لَهُ التَّرْكُ، كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ'' ترجمہ: اگر انتیسویں یا اکیسویں کو ختم کیا تو تراویح کو بقیہ مہینہ میں ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ سنت ہے، ایسا ہی جوہرہ نیرہ میں ہے، اصح قول پر بقیہ ماہ ترک کرنا مکروہ ہے، ایسا ہی سراج الوھاج میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص118، دار الفکر، بیروت)

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''صحیح یہ ہے کہ بعد کلام مبارک بھی تمام لیالی شہر مبارک (رمضان مبارک کی راتوں) میں بیس 20 رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔''

(فتاوی رضویہ، ج7، ص458، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

تراویح کی رکعتوں میں قراءت برابر ہونی چاہیے یا کم وبیش؟

سوال: تراویح کی رکعتوں میں قراءت برابر ہونی چاہیے یا کم وبیش؟

جواب: افضل یہ ہے کہ تمام شفعوں (جوڑوں) میں قراءت برابر ہو اور اگر ایسا نہ کیا جب بھی حرج نہیں۔ یو ہیں ہر شفع کی پہلی رکعت اور دوسری کی قراءت مساوی ہو دوسری کی قراءت پہلی سے زیادہ نہ ہونا چاہیے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''الْأَفْضَلُ تَعْدِيلُ الْقِرَاءَةِ بَيْنَ التَّسْلِيمَاتِ فَإِنْ خَالَفَ لَا بَأْسَ بِهِ أَمَّا فِي التَّسْلِيمَةِ الْوَاحِدَةِ فَلَا يُسْتَحَبُّ تَطْوِيلُ الْقِرَاءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ كَمَا لَا يُسْتَحَبُّ فِي سَائِرِ الصَّلَاةِ وَلَوْ طَوَّلَ الْأُولَى عَلَى الثَّانِيَةِ فِي الْقِرَاءَةِ لَا بَأْسَ بِهِ، كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَتُسْتَحَبُّ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَهُمَا وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يُطَوِّلُ الْقِرَاءَةَ فِي الْأُولَى عَلَى الثَّانِيَةِ، هَكَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ'' ترجمہ: افضل یہ ہے کہ تمام تسلیمات (جوڑوں) میں قرأت برابر ہو، پس اگر اس کے خلاف کیا تو کوئی حرج نہیں۔ اور ایک شفع (جوڑے) میں رکعتِ ثانیہ میں تطویلِ قراءت مستحب نہیں ہے جیسا کہ تمام نمازوں میں مستحب نہیں ہے۔ اور اگر پہلی میں دوسری سے لمبی قراءت کی تو کوئی حرج نہیں، ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور شیخین (امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ) کے نزدیک دو رکعتوں میں برابر قراءت ہونا مستحب ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں دوسری کے مقابلہ میں لمبی قراءت ہونا مستحب ہے اسی طرح محیط السرخسی میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص117، دار الفکر، بیروت)

قراءت اورارکان کی ادا میں جلدی کرنا مکروہ ہے

سوال: قراءت اور ارکان میں زیادہ جلدی کرنا (جبکہ ادائیگی درست ہو) کیسا ہے؟

جواب: قراءت اورارکان کی ادا میں جلدی کرنا مکروہ ہے اور جتنی ترتیل زیادہ ہو بہتر ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے''وَيُكْرَهُ الْإِسْرَاعُ فِي الْقِرَاءَةِ وَفِي أَدَاءِ الْأَرْكَان، كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ وَكُلَّمَا رَتَّلَ فَهُوَ حَسَنٌ ''ترجمہ:قراءت اورارکان کی ادائیگی میں جلدی کرنا مکروہ ہے،ایسا ہی سراجیہ میں ہے،جتنی ترتیل زیادہ ہو بہتر ہے۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح، ج 1، ص117،دار الفكر،بيروت)

یو ہیں تعوذ وتسمیہ وطمانینت وتسبیح کا چھوڑ دینا بھی مکروہ ہے۔درمختار میں ہے''وَيَجْتَنِبُ الْمُنْكَرَاتِ هَذْرَمَةَ الْقِرَاءَةِ، وَتَرْكَ تَعَوُّذٍ وَتَسْمِيَةٍ، وَطُمَأْنِينَةٍ، وَتَسْبِيحٍ، وَاسْتِرَاحَةٍ''ترجمہ:ممنوعہ باتوں میں سے جلدی جلدی قراءت کرنا اور تعوذ،تسمیہ،طمانینت،تسبیح اوراستراحت کوچھوڑ دینا ہے۔

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج2، ص47،دارالفكر،بيروت)

عورتوں کے لئے بھی تراویح سنت مؤکدہ ہے

سوال: کیاعورتوں کے لیے بھی تراویح پڑھنے کا حکم ہے؟

جواب: جی ہاں!جس طرح مردوں کے لیے تراویح سنت مؤکدہ ہے اسی طرح عورتوں پر بھی تراویح سنتِ مؤکدہ ہے جس طرح کہ پہلے سوال کے جواب میں بیان کیا گیا ہے۔عمدۃ المتأخرین علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''(التَّرَاوِيحُ سُنَّةٌ) مُؤَكَّدَةٌ لِمُوَاظَبَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ (لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ) إجْمَاعًا''ترجمہ:تراویح مردوعورت سب کے لیے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے کیونکہ خلفائے راشدین نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہے۔

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج2، ص596، مكتبه رشيديه، كوئٹه)

عورتیں گھر میں تراویح کی نماز پڑھیں

سوال: عورتیں مسجد میں آکرتراویح پڑھیں گی یا گھر میں؟

جواب: عورتیں گھر میں تراویح پڑھیں کیونکہ ان کا مسجد آکر نماز پڑھنا منع ہے۔امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کے مسجد میں آنے پر پابندی لگا دی تو عورتیں شکایت لے کرام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں،توام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ارشادفرمایا((**لو ادرك رسول اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **مااحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء نبی اسرائيل**))اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انھیں مسجد سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئیں۔

(صحيح بخاری،ج 1،ص173،مطبوعه دارطوق النجاة)☆(صحيح مسلم،باب خروج النساء الی المساجد،ج1،ص183،نور محمد اصح المطابع ،كراچی)

عمدۃ القاری میں ہے((**وقال ابن مسعود** رضی اللہ تعالیٰ عنہ **المراة عورة واقرب ماتكون الی الله فی قعربيتها فاذا خرجت استشرفها الشيطان وكان ابن عمر** رضی اللہ تعالیٰ عنہما **يقوم يحصب النساء يوم الجمعة يخرجهن من المسجد وكان ابراهيم يمنع نساء ه الجمعة والجماعة**))ترجمہ:حضرت

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ اللہ عزّ وجل سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہوکر کنکریاں مارکر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔ اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری، باب خروج النساء الی المساجد، ج 6، ص157، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، بیروت)

درمختار میں ہے'' (وَيُكْرَهُ حُضُورُهُنَّ الْجَمَاعَةَ)وَلَوْ لِجُمُعَةٍ وَعِيدٍ وَوَعْظٍ (مُطْلَقًا)وَلَوْ عَجُوزًا لَيْلًا (عَلَى الْمَذْهَبِ)الْمُفْتَى بِهِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ '' ترجمہ: عورتوں کی جماعت میں حاضری مفتی بہ مذہب پر مطلقاً مکروہ ہے فسادِ زمان کی وجہ سے، اگرچہ جمعہ وعید یا وعظ ہو، اگرچہ عورت بوڑھی ہو، اگرچہ رات کو ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج1، ص566، دارالفکر، بیروت)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں، دن کی نماز ہو یا رات کی، جمعہ ہو یا عیدین، خواہ وہ جوان ہوں یا بڑھیاں۔''

(بہار شریعت، حصہ3، ص584، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عورت کا دوسری عورتوں کو تراویح پڑھانے کا حکم

سوال: کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ گھر میں کوئی حافظہ عورت دوسری عورتوں کو تراویح پڑھادے؟

جواب: نہیں ایسا نہیں کرسکتے، کیونکہ عورت کو عورتوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ عمدۃ المتاخرین علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' يُكْرَهُ

تَحْرِيمًا (جَمَاعَةُ النِّسَاءِ)وَلَوْ التَّرَاوِيحَ '' ترجمہ: عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح میں ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج1، ص565، دارالفکر، بیروت)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' عورت کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے، فرائض ہوں یا نوافل۔''

(بہار شریعت، حصہ3، ص569، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عورتیں تراویح میں کیا پڑھیں گی؟

سوال: عورتیں جب اکیلے پڑھیں گی تو ختم قرآن کیسے کریں گی؟

جواب: جس عورت کو قرآن مجید زبانی یاد ہے وہ تو قرآن مجید ختم کرے گی اور جسے حفظ نہیں وہ سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھے گی۔

سوال: عورتیں اگر سورتیں پڑھیں گی تو کون سی سورتیں پڑھیں گی؟

جواب: اگر سورۂ فیل (الم ترکیف) سے بعد تک سورتیں یاد ہیں تو بہتر یہ ہے کہ الم ترکیف سے آخر تک دو بار پڑھے، اس میں بیس رکعتیں ہوجائیں گی، اور اگر یہ بھی یاد نہ ہوں تو جو سورتیں یاد ہوں وہ پڑھ لے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھتی رہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے'' بَعْضُهُمْ اخْتَارَ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ)فِي كُلِّ رَكْعَةٍ وَبَعْضُهُمْ اخْتَارَ قِرَاءَةَ سُورَةِ الْفِيلِ إلَى آخِرِ الْقُرْآنِ وَهَذَا أَحْسَنُ الْقَوْلَيْنِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَشْتَبِهُ عَلَيْهِ عَدَدُ الرَّكَعَاتِ وَلَا يَشْتَغِلُ قَلْبُهُ بِحِفْظِهَا، كَذَا فِي التَّجْنِيسِ '' ترجمہ: بعض نے ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنے کو اختیار کیا ہے اور بعض نے سورۂ فیل سے آخر قرآن تک دو بار پڑھنے کو اختیار کیا ہے، یہ قول زیادہ اچھا ہے کیونکہ عدد رکعات میں اشتباہ نہیں ہوگا اور دل اس کے یاد رکھنے میں مشغول نہیں ہوگا، ایسا ہی تجنیس میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص118، دار

الفکر،بیروت)

مرد کا عورتوں کو تراویح پڑھانے کا حکم

سوال: کیا گھر میں کوئی مرد عورتوں کو تراویح پڑھا سکتا ہے؟

جواب: اگر عورتیں غیر محرم ہوں تو مرد کا ان کی امامت کرانا جائز نہیں اور اگر عورتیں محرم ہوں تو جائز ہے، مگر مرد مسجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے محروم رہے گا ، یہ بھی اس صورت میں ہے کہ مرد فرض مسجد کی جماعت کے ساتھ پڑھے ،اور اگر بلا عذرِ شرعی فرض نماز کی جماعت چھوڑتا ہے تو گناہ گار ہوگا۔ درمختار میں ہے ''(تُكْرَهُ إمَامَةُ الرَّجُلِ لَهُنَّ فِي بَيْتٍ لَيْسَ مَعَهُنَّ رَجُلٌ غَيْرُهُ وَلَا مَحْرَمٌ مِنْهُ) كَأُخْتِهِ (أَوْ زَوْجَتِهِ أَوْ أَمَتِهِ، أَمَّا إذَا كَانَ مَعَهُنَّ وَاحِدٌ مِمَّنْ ذُكِرَ۔۔لا)يكره ''ترجمہ: مرد کی (صرف) عورتوں کی ایسے گھر میں امامت کرانا مکروہ ہے جہاں اس کے علاوہ کوئی مرد نہ ہو یا اس مرد کی محرم نہ ہو جیسا کہ اس کی بہن یا بیوی یا باندی۔ اگر مذکورہ میں سے کوئی ہے تو مکروہ نہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار،ج1،ص566،دارالفکر،بیروت)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس گھر میں عورتیں ہی عورتیں ہوں، اس میں مرد کو ان کی اِمامت ناجائز ہے، ہاں اگر ان عورتوں میں اس کی نسبی محارم ہوں یا بی بی یا وہاں کوئی مرد بھی ہو،تو ناجائز نہیں۔''

(بہار شریعت،حصہ3،ص584،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنا مستحب ہے

سوال: ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنا کیسا ہے؟

جواب: ہر چار رکعت پر اتنی دیر تک بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھیں، پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان اگر بیٹھنا لوگوں پر گراں ہو تو نہ بیٹھے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ''وَيُسْتَحَبُّ الْجُلُوسُ بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ قَدْرَ تَرْوِيحَةٍ وَكَذَا بَيْنَ الْخَامِسَةِ وَالْوِتْرِ، كَذَا فِي الْكَافِي وَهَكَذَا فِي الْهِدَايَةِ، وَلَوْ عَلِمَ أَنَّ الْجُلُوسَ بَيْنَ الْخَامِسَةِ وَالْوِتْرِ يَثْقُلُ عَلَى الْقَوْمِ لَا يَجْلِسُ،هَكَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ ثُمَّ هُمْ مُخَيَّرُونَ فِي حَالَةِ الْجُلُوسِ إنْ شَاءُوا سَبَّحُوا وَإِنْ شَاءُوا قَعَدُوا سَاكِتِينَ، وَأَهْلُ مَكَّةَ يَطُوفُونَ أُسْبُوعًا وَيُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ وَأَهْلُ الْمَدِينَةِ يُصَلُّونَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فُرَادَى، كَذَا فِي التَّبْيِينِ ''ترجمہ: دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے،اور ایسے ہی پانچویں ترویحے اور وتروں کے درمیان بیٹھنا مستحب ہے۔ ایسا ہی کافی میں ہے اور اسی طرح ہدایہ میں ہے۔ اور اگر سمجھے کہ پانچویں ترویحے اور وتروں کے درمیان بیٹھنا لوگوں پر گراں گزرے گا تو نہ بیٹھے، ایسا ہی سراجیہ میں ہے۔ پھر لوگوں کو اختیار ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں تسبیح کریں یا خاموش بیٹھے رہیں، اہل مکہ طواف کے ساتھ چکر لگاتے ہیں اور دو رکعتیں پڑھتے ہیں اور اہل مدینہ چار رکعتیں الگ الگ ادا کرتے ہیں، ایسا ہی تبیین میں ہے۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج 1، ص115،دار الفکر،بیروت)

چار رکعت کے بعد بیٹھنے کے دوران کیا کرے؟

سوال: اس بیٹھنے کے دوران کیا کرے؟

جواب: اس بیٹھنے میں اسے اختیار ہے کہ خاموش بیٹھا رہے یا کلمہ پڑھے یا تلاوت کرے یا درود شریف پڑھے یا چار رکعتیں تنہا نفل پڑھے جماعت سے مکروہ ہے یا یہ تسبیح پڑھے:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ۔

درمختار میں ہے ''يُخَيَّرُونَ بَيْنَ تَسْبِيحٍ وَقِرَاءَةٍ وَسُكُوتٍ وَصَلَاةٍ فُرَادَى ''ترجمہ: انہیں اختیار ہے کہ اس وقفہ میں تسبیح پڑھیں، خاموش بیٹھے رہیں یا اکیلے نماز پڑھیں۔

(الدرالمختارمع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص46،دارالفکر،بیروت)

شامی میں ہے ''(قَوْلُهُ بَيْنَ تَسْبِيحٍ) قَالَ الْقُهُسْتَانِيّ: فَيُقَالُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ، سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوتِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِی لَا يَمُوتُ، سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ، لَا إلَـهَ إلَّا اللَّهُ نَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، نَسْأَلُك الْجَنَّةَ وَنَعُوذُ بِك مِنْ النَّارِ كَمَا فِی مَنْهَجِ الْعِبَادِ ''ترجمہ: قہستانی میں ہے کہ یہ تسبیح تین مرتبہ پڑھے:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ۔

ایسا ہی منہج العباد میں ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص46،دارالفکر،بیروت)

مزید اسی میں ہے ''(قَوْلُهُ وَصَلَاةُ فُرَادَى) أَیْ صَلَاةُ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ

فَيُزَادُ سِتَّ عَشْرَةَ رَكْعَةً، قَالَ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ: إنْ زَادُوهَا مُنْفَرِدِينَ لَا بَأْسَ بِهِ وَهُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَإِنْ صَلَّوْهَا بِجَمَاعَةٍ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ كُرِهَ إلَخْ ''ترجمہ: چاہے تو اس وقفہ میں اکیلے نماز پڑھے یعنی چار رکعات، لہذا سولہ رکعتیں مزید ہو جائیں گی۔علامہ قاسم فرماتے ہیں: اگر انفرادی طور پر یہ زائد رکعتیں پڑھیں تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور اگر جماعت سے ادا کیا جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے تو یہ مکروہ ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص46،دارالفکر،بیروت)

تسبیح ہاتھ اٹھا کر پڑھے یا بغیر ہاتھ اٹھائے؟

سوال: تراویح کے ہر چار رکعت پر تسبیح جو پڑھی جاتی ہے، ہاتھ اٹھا کر پڑھنی چاہیے یا ہاتھ اٹھائے بغیر؟

جواب: تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت، ہاں کوئی دعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔

(فتاوی رضویہ، ج7، ص473، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ہر دو رکعت کے بعد آرام کے لیے بیٹھنا مکروہ ہے

سوال: ہر دو رکعت کے بعد بیٹھنا کیسا ہے؟

جواب: ہر دو رکعت کے بعد آرام کے لیے بیٹھنا یا دو رکعت پڑھنا مکروہ ہے۔یو ہیں دس رکعت کے بعد بیٹھنا بھی مکروہ۔درمختار میں ہے'' نَعَمْ تُكْرَهُ صَلَاةُ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ ''ترجمہ: ہاں دو رکعت کے بعد دو رکعت ادا کرنا مکروہ ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص46،دارالفکر،بیروت)

شامی میں اس کے تحت ہے ''(قَوْلُهُ نَعَمْ تُكْرَهُ إلَخْ) لِأَنَّ الِاسْتِرَاحَةَ

مَشْرُوعَةٌ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ لَا بَيْنَ كُلِّ شَفْعَيْنِ ''ترجمہ: دو کے بعد دو رکعتیں پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ استراحت ہر چار رکعت کے بعد مشروع ہے نہ کہ ہر دو رکعتوں کے بعد۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص46، دارالفکر، بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَالِاسْتِرَاحَةُ عَلَى خَمْسِ تَسْلِيمَاتٍ تُكْرَهُ عِنْدَ الْجُمْهُورِ، كَذَا فِي الْكَافِي وَهُوَ الصَّحِيحُ كَذَا فِي الْخُلَاصَة ''ترجمہ: دس رکعت کے بعد استراحت مکروہ ہے، ایسا ہی کافی میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج1، ص115، دار الفکر، بیروت)

تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے

سوال: کیا تراویح جماعت سے ادا کرنا ضروری ہے؟

جواب: تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی تو گنہگار نہیں مگر جو شخص مقتدا ہو کہ اس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا تو لوگ کم ہو جائیں گے اسے بلا عذر جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ''وَالْجَمَاعَةُ فِيهَا سُنَّةٌ عَلَى الْكِفَايَةِ، كَذَا فِي التَّبْيِينِ وَهُوَ الصَّحِيحُ، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ. لَوْ أَدَّى التَّرَاوِيحَ بِغَيْرِ جَمَاعَةٍ أَوْ النِّسَاءِ وَحْدَهُنَّ فِي بُيُوتِهِنَّ يَكُونُ تَرَاوِيحَ، كَذَا فِي مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ. وَلَوْ تَرَكَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ كُلُّهُمْ الْجَمَاعَةَ فَقَدْ أَسَاءُوا وَأَثِمُوا، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ، وَإِنْ تَخَلَّفَ وَاحِدٌ مِنْ النَّاسِ وَصَلَّاهَا فِي بَيْتِهِ فَقَدْ تَرَكَ الْفَضِيلَةَ

وَلَا يَكُونُ مُسِيئًا وَلَا تَارِكًا لِلسُّنَّةِ وَأَمَّا إذَا كَانَ الرَّجُلُ مِمَّنْ يُقْتَدَى بِهِ وَتَكْثُرُ الْجَمَاعَةُ بِحُضُورِهِ وَتَقِلُّ عِنْدَ غَيْبَتِهِ فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَهُ تَرْكُ الْجَمَاعَةِ، كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ ''ترجمہ: تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے، ایسا ہی تبیین میں ہے اور یہی صحیح ہے، ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے۔ اگر کسی نے تراویح بغیر جماعت کے ادا کی یا گھر میں صرف عورتوں کو پڑھائی تو تراویح ہو جائے گی، ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے۔ اور اگر تمام اہل مسجد نے جماعت ترک کی تو سب نے برا کیا اور گناہ گار ہوں گے، ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک آدمی نے جماعت چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھی تو اس نے فضیلت کو ترک کیا، وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور نہ ہی تارکِ سنت کہلائے گا۔ اور اگر آدمی مقتدا ہو، اس کے آنے سے جماعت میں کثرت ہوگی اور نہ آنے سے جماعت میں کمی آئے گی تو اسے جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے، ایسا ہی السراج الوہاج میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج1، ص116، دار الفکر، بیروت)

تراویح کی جماعت مسجد کے بجائے گھر میں قائم کرنا کیسا؟

سوال: تراویح کی جماعت مسجد کے بجائے گھر میں قائم کرنا کیسا ہے؟

جواب: تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا افضل ہے اگر گھر میں جماعت سے پڑھی تو ترکِ جماعت والا معاملہ تو نہ ہوا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو مسجد میں پڑھنے کا تھا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَإِنْ صَلَّى بِجَمَاعَةٍ فِي الْبَيْتِ اخْتَلَفَ فِيهِ الْمَشَايِخُ وَالصَّحِيحُ أَنَّ لِلْجَمَاعَةِ فِي الْبَيْتِ فَضِيلَةً وَلِلْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَضِيلَةً أُخْرَى فَإِذَا صَلَّى فِي الْبَيْتِ بِجَمَاعَةٍ فَقَدْ حَازَ فَضِيلَةَ أَدَائِهَا بِالْجَمَاعَةِ وَتَرَكَ الْفَضِيلَةَ الْأُخْرَى، هَكَذَا قَالَهُ الْقَاضِي الْإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ النَّسَفِيُّ، وَالصَّحِيحُ أَنَّ

أَدَاءَ هَا بِالْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ أَفْضَل ''ترجمہ: اگر گھر میں جماعت سے تراویح کی جماعت کروائی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ گھر میں جماعت سے نماز پڑھنا ایک مستحب ہے اور اس جماعت کا مسجد میں ہونا ایک دوسرا مستحب ہے، تو اگر گھر میں با جماعت پڑھی تو جماعت سے ادائیگی کی فضیلت حاصل ہو جائے گی اور مسجد میں نماز پڑھنے والی فضیلت ترک ہو جائے گی، ایسا ہی امام قاضی ابو علی نسفی نے فرمایا، اور صحیح یہ ہے کہ مسجد میں با جماعت پڑھنا افضل ہے۔

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص116، دار الفکر، بیروت)

فرض پڑھنے والا تراویح پڑھنے والے کی اقتدا نہیں کرسکتا

سوال: ایک شخص نے ابھی فرض پڑھنے ہیں، وہ مسجد آیا تو دیکھا کہ تراویح کی جماعت ہو رہی ہے، کیا وہ ایسا کرسکتا ہے کہ امام کے پیچھے فرضوں کی نیت کرے کھڑا ہو جائے، جب امام دو تراویح پر سلام پھیرے تو کھڑا ہو کر باقی دو فرض اکیلے پڑھ لے۔

جواب: یہ شخص ایسا نہیں کرسکتا، اگر کرے گا تو اس کے فرض ادا نہیں ہوں گے۔ ہدایہ میں ہے ''ولا یصلی المفترض خلف المتنفل ''ترجمہ: فرض پڑھنے والا نفلی نماز (سنن ونوافل) پڑھنے والے کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔

(ہدایہ، باب الامامة، ج1، ص59، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

محیط برہانی میں ہے ''ولا اقتداء المفترض بالمتنفل ''ترجمہ: فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کرسکتا۔

(محیط برہانی، ج1، ص419، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس شخص کو چاہیے کہ پہلے عشاء کے فرض اور سنتیں اکیلے پڑھے پھر تراویح

پڑھنے کے لیے تراویح کی جماعت میں شامل ہو جائے۔

بعد میں آنے والوں کے لیے وتروں کی جماعت کے دوران فرض کی جماعت کروانے کا حکم

سوال: دو تین آدمی مسجد میں آئے تو امام نماز تراویح میں مصروف تھا، کیا یہ آنے والے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جماعت کرائیں یا علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور اس کے بعد تراویح کی جماعت میں شامل ہوں، اور کیا یہ لوگ وتر امام کے ساتھ جماعت سے ادا کریں یا اس امام کی جماعت کے ساتھ فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے وتر علیحدہ پڑھیں؟

جواب: امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ''تراویح کی جماعت، فرض کی جماعت کے لئے مانع نہیں ہے کیونکہ دوسری جماعت کے لئے وہ موجودہ جماعت مانع ہوتی ہے جو کہ تمام آنے والوں کے لئے یہ پہلی موجودہ جماعت اپنے اندر داخل ہونے کی داعی ہو، جبکہ بعد میں آنے والے ان لوگوں کو جنھوں نے فرض نماز نہیں پڑھی، کے لئے یہ موجودہ جماعتِ تراویح داعی نہیں ہے کہ اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرض ادا کرنے سے قبل تراویح کا پڑھنا صحیح مذہب میں باطل ہے، اسی بناء پر جامع الرموز میں کہا ہے کہ جب کوئی ایک شخص جماعت تراویح ہوتے وقت آئے تو اس کو پہلے عشا کے فرض پڑھنے ہوں گے اور اس کے بعد تراویح کی جماعت میں شریک ہو، پس بعد میں آنے والے لوگ جب اس بات کے پابند ہیں کہ وہ پہلے فرض ادا کریں اور بعد میں تراویح پڑھیں تو شرعاً ان کو فرض کی ادائیگی جماعت کرانے میں کیا مانع ہے خصوصاً جبکہ امام تراویح پڑھاتے ہوئے محراب میں ہے تو بعد میں آنے والے اپنی جماعت کو محراب سے ہٹ کر کرائیں

گے جس سے پہلی جماعت کی ہئیت تبدیل ہو جائے گی اور دوسری جماعت کی کراہت ختم ہو جائے گی جیسا کہ ردالمحتار کی تصریح کے مطابق صحیح اور مفتی بہ مذہب یہی ہے جب کراہت کی وجہ خود بخود ختم ہوگئی تو ان لوگوں کی جماعت کے لئے کوئی بھی مانع نہ رہا، ہاں ممکن حد تک ان کو چاہیے کہ تراویح کی جماعت سے دور اپنی جماعت کریں تاکہ آپس میں قرأت اور افعال میں اشتباہ نہ پیدا ہو اور اطمینان قلبی سے نماز ادا ہو سکے، نیز تراویح کے امام جو کہ تلاوت میں مصروف ہے کو اشتباہ سے بچایا جا سکے۔ فقہ سے مس رکھنے والے کو یہ تمام معاملہ معلوم ہے، اور پھر جو شخص عشاء کے فرض جماعت سے ادا کر چکا ہو خواہ اپنی جماعت کرائی ہو یا کسی اور امام یا اس تراویح والے کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو اس کو تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے، ہاں جس نے فرض بغیر جماعت اکیلے پڑھے ہوں اس کو وتر اکیلے پڑھنے چاہئیں، علامہ شامی نے ردمحتار میں فرمایا کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی ہو تو وہ بلا کراہت اس امام کے ساتھ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔"

(فتاوی رضویہ ملخصاً، ج7، ص544، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر اس طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں "صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں، ولوفی مسجد محلة حیث لم یکرر والاذان وعدلوا عن المحراب کماھو معلوم مشاھد ترجمہ: اگرچہ محلّہ کی مسجد ہی میں جبکہ دوبارہ اذان نہ دیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کرائیں جیسا کہ معلوم و معروف ہے۔

مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط و تلبیس سے ایمن رہیں۔

(فتاوی رضویہ ملخصاً، ج7، ص568، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر عالم حافظ بھی ہو تو افضل یہ ہے کہ خود پڑھے

سوال: اگر کوئی عالم حافظ بھی ہو تو وہ خود تراویح پڑھے یا کسی کی اقتداء کرے؟

جواب: اگر عالم حافظ بھی ہو تو افضل یہ ہے کہ خود پڑھے دوسرے کی اقتدا نہ کرے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "وَلَوْ كَانَ الْفَقِيهُ قَارِئًا فَالْأَفْضَلُ وَالْأَحْسَنُ يُصَلِّي بِقِرَاءَةِ نَفْسِهِ وَلَا يَقْتَدِي بِغَيْرِهِ، كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ" ترجمہ: اور اگر فقیہ قاری ہو تو افضل و احسن یہ ہے کہ وہ خود اپنے قراءت کے ساتھ پڑھے، غیر کی اقتداء نہ کرے، ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص116، دار الفکر، بیروت)

مسجدِ محلّہ چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانے کی اجازت کی صورتیں

سوال: اگر امام غلط پڑھتا ہو تو مسجد محلّہ چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا سکتے ہیں؟

جواب: اگر امام غلط پڑھتا ہو تو مسجد محلّہ چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانے میں حرج نہیں۔ یوہیں اگر دوسری جگہ کا امام خوش آواز ہو یا ہلکی قرأت پڑھتا ہو یا مسجد محلّہ میں ختم نہ ہوگا تو دوسری مسجد میں جانا جائز ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے "قَالَ الْإِمَامُ: إِذَا كَانَ إِمَامُهُ لَحَّانًا لَا بَأْسَ بِأَنْ يَتْرُكَ مَسْجِدَهُ وَيَطُوفَ وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ غَيْرُهُ أَخَفَّ قِرَاءَةً وَأَحْسَنَ صَوْتًا وَبِهَذَا تَبَيَّنَ أَنَّهُ إِذَا كَانَ لَا يَخْتِمُ فِي مَسْجِدِ حَيِّهِ لَهُ أَنْ يَتْرُكَ مَسْجِدَ حَيِّهِ وَيَطُوفَ، كَذَا فِي الْمُحِيطِ" ترجمہ: امام صاحب نے فرمایا: جب امام غلط پڑھتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنی مسجد چھوڑ

کر دوسری جگہ جائے، یو ہیں دوسری جگہ کا امام ہلکی قراءت کرتا ہو یا اس کی آواز اچھی ہو تو دوسری جگہ جاسکتا ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر محلّہ کی مسجد میں ختم نہ ہوگا تو محلّہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ جاسکتا ہے، ایسا ہی محیط میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص116،دار الفکر،بیروت)

خوش خوان کو امام بنانا نہ بنائیں بلکہ درست خوان کو بنائیں

سوال: اچھی آواز والے کو امام بنایا جائے یا درست قراءت والے کو؟

جواب: خوش خوان کو امام بنانا نہ بنائیں بلکہ درست خوان کو بنائیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے ”لَا یَنبَغِی لِلْقَوْمِ اَنْ یُقَدِّمُوا فِی التَّرَاوِیحِ الخوشخوان وَلٰکِنْ یُقَدِّمُوا الدرشخوان فَإِنَّ الْإِمَامَ إِذَا قَرَأَ بِصَوْتٍ حَسَنٍ یَشْغَلُهُ عَنِ الْخُشُوعِ وَالتَّدَبُّرِ وَالتَّفَکُّرِ، کَذَا فِی فَتَاوَی قَاضِی خَانْ“ ترجمہ: خوش خوان کے بجائے درست خوان کو امام بنانا چاہیے کیونکہ امام جب اچھی آواز سے پڑھے گا تو یہ خشوع، تدبر اور تفکر سے مانع ہوگا، ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص116،دار الفکر،بیروت)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”افسوس صد افسوس کہ اس زمانہ میں حفاظ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے، اکثر تو ایسا پڑھتے ہیں کہ یَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ کے سوا کچھ پتہ نہیں چلتا الفاظ و حروف کھا جایا کرتے ہیں جو اچھا پڑھنے والے کہے جاتے ہیں اُنھیں دیکھیے تو حروف صحیح نہیں ادا کرتے ہمزہ، الف، عین اور ذ، ز، ظ اور ث، س، ص، ت، ط وغیرہا حروف میں تفرقہ نہیں کرتے جس سے قطعاً نماز ہی نہیں ہوتی فقیر (مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ) کو انھیں مصیبتوں کی وجہ سے

تین سال ختم قرآن مجید سننا نہ ملا۔ مولا عزوجل مسلمان بھائیوں کو توفیق دے کہ مَا اَنْزَلَ اللهُ (جیسا اللہ تعالیٰ نے اتارا) پڑھنے کی کوشش کریں۔

(بہار شریعت، حصہ4، ص،691,692، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تراویح کی اجرت لینا کیسا؟

سوال: حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھوانا اور حافظ کا اجرت لے کر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: تراویح پڑھانے پر اگر اجرت طے کر لی گئی ہو یا طے تو نہیں کی لیکن پڑھنے والے کو معلوم ہے کہ کچھ نہ کچھ روپے ملیں گے اور انتظامیہ کو بھی پتہ ہے کہ دینے پڑیں گے تو ان دونوں صورتوں میں کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے روپے، پیسے ہوں یا سوٹ و مٹھائی چنانچہ نبی اکرم شفیع امم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((اقرؤوا القرآن ولا تأکلوا بہ)) ترجمہ: قرآن پڑھو اور اس کے بدلے کھاؤ مت۔

(ردالمحتار، جلد 9، صفحہ93، کتاب الاجارۃ، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، مکتبہ، کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اُجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں، اُجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کرلیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے، بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے، اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ (معروف ایسا ہی ہے جیسا کہ شرط کر لیا گیا ہو) ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں کہ اَلصَّرِیْحُ یُفَوِّقُ الدَّلَالَةَ (صراحت دلالت پر فوقیت رکھتی ہے)۔

(بہار شریعت، حصہ4، ص، مکتبۃ المدینہ692، کراچی)

سوال: اس کا جائز طریقہ کیا ہے؟

جواب: تراویح پر اجرت لینے کی جائز صورتیں دو ہیں جن کی وضاحت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوٰی رضویہ شریف میں یوں کرتے ہیں: ''اب اس کے حلال ہونے کے دو طریقے ہیں:

اول یہ کہ قبل قرأت پڑھنے والے صراحۃً کہہ دیں کہ ہم کچھ نہ لیں گے پڑھوانے والے صاف انکار کردیں کہ تمھیں کچھ نہ دیا جائے گا، اس شرط کے بعد وہ پڑھیں اور پھر پڑھوانے والے بطور صلہ جو چاہے دے دیں، یہ لینا دینا حلال ہوگا۔ لانتفاء الاجارة بوجهيها اما اللفظ فظاهر واما العرف فلانهم نصوا على نفيها والصريح يفوق الدلالة، فلم يعارضه العرف المعهود كما نص عليه الامام فقيه النفس قاضي خاں رحمه الله تعالٰى في الخانية وغيره في غيرها من السادة الربانية۔ دو وجہ سے اجارہ نہ ہونے کی وجہ سے، ایک لفظ کے اعتبار سے تو ظاہر ہے، دوسرا عرف کی وجہ سے کیونکہ انھوں نے اس وجہ کی نفی پر نص کردی ہے اور صریح بات فائق ہوتی ہے، تو عرف معہود اس کے معارض نہ ہوسکے گا جیسا کہ امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اس پر اپنے فتاوٰی اور دیگر فقہاء نے دوسری کتب میں نص فرمائی ہے۔

دوم پڑھوانے والے پڑھنے والوں سے بہ تعین وقت و اجرت ان سے مطلق کار خدمت پر پڑھنے والوں کو اجارے میں لے لیں، مثلاً یہ ان سے کہیں ہم نے کل صبح سات بجے سے بارہ بجے تک بعوض ایک روپیہ کے اپنے کام کاج کے لئے اجارہ میں لیا، وہ کہیں ہم نے قبول کیا۔ اب یہ پڑھنے والے اتنے گھنٹوں کے لئے ان کے نوکر ہوگئے، وہ جو کام چاہیں لیں، اس اجارہ کے بعد وہ ان سے کہیں، اتنے پارے کلام اللہ شریف کے پڑھ کر ثواب فلاں کو بخش دو یا مجلس میلاد مبارک پڑھ دو، یہ جائز

ہوگا اور لینا دینا حلال۔ لان الاجارة وقعت على منافع ابدانهم لا على الطاعات والعبادات والله سبحانه وتعالٰى اعلم۔ کیونکہ یہ اجارہ ان کے ابدان سے انتفاع پر ہوا ہے نہ کہ ان کی عبادات اور طاعات پر۔''

(فتاوی رضویه، جلد19، صفحہ88-487، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دو جگہ تراویح پڑھانا کیسا؟

سوال: امام کا دو جگہ تراویح پڑھانا اور مقتدی کا دو جگہ تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ایک امام دو مسجدوں میں تراویح پڑھاتا ہے اگر دونوں میں پوری پوری پڑھائے تو یہ ممنوع ہے اور مقتدی نے دو مسجدوں میں پوری پوری پڑھی تو حرج نہیں مگر دوسری میں وتر پڑھنا جائز نہیں جب کہ پہلی میں پڑھ چکا اور اگر گھر میں تراویح پڑھ کر مسجد میں آیا اور امامت کی تو مکروہ ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''إِمَامٌ يُصَلِّي التَّرَاوِيحَ فِي مَسْجِدَيْنِ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ عَلَى الْكَمَالِ لَا يَجُوزُ، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ وَالْفَتْوَى عَلَى ذَلِكَ، كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ۔ وَالْمُقْتَدِي إِذَا صَلَّاهَا فِي مَسْجِدَيْنِ لَا بَأْسَ بِهِ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُوتِرَ فِي الْمَسْجِدِ الثَّانِي۔۔ لَوْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالتَّرَاوِيحَ وَالْوِتْرَ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا آخَرِينَ فِي التَّرَاوِيحِ وَنَوَى الْإِمَامَةَ كُرِهَ وَلَا يُكْرَهُ لِلْقَوْمِ'' ترجمہ: امام دو مسجدوں میں تراویح پڑھاتا ہے، اگر ہر مسجد میں پوری پوری پڑھاتا ہے تو ناجائز ہے، ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے اور فتوی اسی پر ہے، ایسا ہی مضمرات میں ہے۔ اور مقتدی دو جگہ پوری پوری پڑھتا ہے تو حرج نہیں اور چاہے کہ دوسری جگہ وتر نہ پڑھے (یعنی ایک جگہ پڑھے وتروں کی تکرار نہ کرے)، اور اگر عشاء، تراویح اور وتر گھر میں پڑھیں، پھر دوسروں میں تراویح

میں امامت کی اور امامت کی نیت کی تو اس کے لیے مکروہ ہے، قوم کے لے مکروہ نہیں۔

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص116، دار الفکر، بیروت)

سوال: اگر ایک امام نے دو جگہ تراویح پڑھادی (اگرچہ اس کے لیے یہ درست نہیں تھا)، کیا تراویح ہو جائے گی؟

جواب: تراویح ہو جائے گی۔ امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ''ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیس رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اس کی صحیح ہے یا نہیں؟ اور مقتدیان مسجد دیگر کی تراویح ہو جاتی ہے یا نہیں؟ تو جواباً ارشاد فرمایا ''مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہو جاتی ہے مگر خلاف علماء و اختلاف تصحیح و مخالفت طریقہ متوارثہ سے بچنے کے لئے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے۔''

(فتاوی رضویه، ج7، ص463، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

دوبارہ تراویح پڑھنا کیسا؟

سوال: لوگوں نے تراویح پڑھ لی اب دوبارہ پڑھنا چاہتے ہیں تو کیا پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: لوگوں نے تراویح پڑھ لی اب دوبارہ پڑھنا چاہتے ہیں تو تنہا تنہا پڑھ سکتے ہیں جماعت کی اجازت نہیں۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَلَوْ صَلَّی التَّرَاوِیحَ ثُمَّ أَرَادُوا أَنْ یُصَلُّوا ثَانِیًا فُرَادَی، کَذَا فِی التَّتَارْخَانِیه'' ترجمہ: اگر تراویح پڑھ لیں، لوگوں کا ارادہ ہے کہ پھر پڑھیں تو الگ الگ پڑھیں، ایسا ہی تتارخانیہ میں ہے۔

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص116، دار الفکر، بیروت)

آدھی تراویح ایک امام پڑھائے اور آدھی دوسرا، کیا حکم ہے؟

سوال: کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ دو امام تراویح پڑھائیں یعنی آدھی ایک پڑھائے اور آدھی دوسرا؟

جواب: افضل یہ ہے کہ ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھیں اور دو کے پیچھے پڑھنا چاہیں تو بہتر یہ ہے کہ پورے ترویحہ پر امام بدلیں، مثلاً آٹھ ایک کے پیچھے اور بارہ دوسرے کے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَالْأَفْضَلُ أَنْ یُصَلِّیَ التَّرَاوِیحَ بِإِمَامٍ وَاحِدٍ فَإِنْ صَلَّوْهَا بِإِمَامَیْنِ فَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ یَکُونَ انْصِرَافُ کُلِّ وَاحِدٍ عَلَی کَمَالِ التَّرْوِیحَةِ فَإِنْ انْصَرَفَ عَلَی تَسْلِیمَةٍ لَا یُسْتَحَبُّ ذَلِكَ فِی الصَّحِیحِ'' ترجمہ: افضل یہ کہ پوری تراویح ایک امام کے پیچھے پڑھیں، اور اگر دو اماموں کے پیچھے پڑھی تو مستحب یہ ہے کہ پورے ترویحہ پر امام بدلیں، اگر ایک دو رکعتوں پر امام بدلہ تو صحیح قول پر یہ خلافِ اولی ہے۔

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص116، دار الفکر، بیروت)

حافظ ایک جگہ بارہ اور دوسری جگہ آٹھ پڑھائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کسی حافظ کو اس طور پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منفرد پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منفرد پڑھ چکے ہوں جا کر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: اصل یہ ہے کہ

(1) ہمارے نزدیک بیس رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد

یا عورت بلا عذر شرعی ترک کرے مبتلائے کراہت واساءت ہو۔

(2) اور اُن کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر اہل محلّہ اپنی اپنی مسجدوں میں اقامت جماعت کریں اور اُن میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا باجماعت پڑھیں تو حرج نہیں اور اگر تمام اہل محلّہ ترک کریں تو سب گنہگار ہوں۔

پس صورت مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لئے یہ فعل اس شناعت کا موجب ہو اس کے حق میں کراہت واساءت ہے ورنہ فی نفسہٖ اس میں حرج نہیں مثلاً امام وہر دو قوم کی مساجد میں جماعت تراویح جدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعۃً وانفراداً پڑھتے ہیں تو کسی پر مواخذہ نہیں کہ ہر گروہ مقتدیان نے اگر بعض ترویحات تنہا اور ہر سہ فریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ اُن کی مساجد میں اقامت جماعت ہوتی ہے سنت کفایہ ادا ہوگئی، ہاں امام دونوں قوموں کو پوری تراویح پڑھاتا تو یہ جدا کراہت ہوتی اس سے صورت مستفسرہ خالی ہے۔

اور اگر اُن میں کسی فریق کی مسجد میں یہی جماعت بطور مذکور ہوئی ہے تو اس کے لئے کراہت ہے کہ اس کی مسجد میں پوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہٰذا اس صورت میں یہ چاہئے کہ ایک فریق آٹھ یا بارہ رکعتیں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس حافظ کی اقتدا کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی ہو کر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہو جائے گی اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویحات میں ایک امام کی اقتداء ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی، ہاں یہ ناپسند ہے کہ ایک ترویحہ میں دو رکعت کا امام اور ہو دو کا اور۔

(فتاوی رضویہ ملخصاً، ج7، ص461,462، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

تراویح میں دو حفاظ کا دو مرتبہ ختمِ قرآن کرنا

سوال: ماہ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً دس تراویح میں ایک یا سوا یا ڈیڑھ پارہ **الم** سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سوا یا ڈیڑھ **الـم** کا پڑھا یعنی ابتداء سے انتہا تک یہی طریقہ قرأت کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیس رمضان تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس از روئے شرع مطہر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کہ یوں دو ختم معاً سنت سے زائد ہیں تو ایک امر زائد سنت کے لئے مقتدیوں پر گرانی کی گئی اور یہ ناجائز ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج7، ص468، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح نہیں ہوگی

سوال: کیا نابالغ کے پیچھے بالغ کی تراویح ہو جائے گی؟

جواب: نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح نہ ہوگی یہی صحیح ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''امامة الصبی العاقل فی التَّرَاوِیحِ وَالنَّوَافِلِ الْمُطْلَقَةِ تَجُوزُ عِنْدَ بَعْضِهِمْ وَلَا تَجُوزُ عِنْدَ عَامَّتِهِمْ، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِي'' ترجمہ: تراویح اور نوافلِ مطلقہ میں سمجھدار نابالغ بچے کی امامت بعض کے نزدیک جائز ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک جائز نہیں، ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1،

ص116,117،دار الفکر،بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”مسئلہ میں اختلاف مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگراصح وارجح واقوی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہونابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔۔۔اوراقل مدت بلوغ پسر کے لئے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ برس ہے اگراس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزالِ منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہوفبہاورنہ بعد تمامی پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہرجائے گا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ ملخصاً،ج7،ص455،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

رمضان شریف میں وتر جماعت سے پڑھنا افضل ہے

سوال: رمضان میں وتر جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا تنہا؟

جواب: اس میں علمائے احناف کا اختلاف ہے،ایک قول یہ ہے کہ جماعت سے افضل اور ایک قول یہ کہ تنہا افضل،دونوں قول باقوت ہیں،زیادہ صحیح یہ ہے کہ رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے” وَيُوتِرُ بِجَمَاعَةٍ فِي رَمَضَانَ فَقَطْ عَلَيْهِ إجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ، كَذَا فِي التَّبْيِينِ الْوِتْرُ فِي رَمَضَانَ بِالْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ أَدَائِهَا فِي مَنْزِلِهِ وَهُوَ الصَّحِيحُ، هَكَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ “ترجمہ: فقط رمضان میں وتر باجماعت ادا کیے جائیں گے اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے،ایسا ہی تبیین میں ہے،رمضان میں وتر باجماعت ادا کرنا گھر میں پڑھنے سے افضل ہے اور یہی صحیح ہے،ایسا ہی السراج الوھاج میں ہے۔

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص116،دار الفکر،بیروت)

امام اہلسنت مجدددین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز گھر میں تنہا،دونوں قول باقوت ہیں اور دونوں طرف تصحیح وترجیح،اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے،ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایۃ ہے۔

بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت وحالت اور اپنی قوم وجماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اس پر عمل کا اختیار رکھتا ہے،واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ ملخصاً،ج7،ص398،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب میں بھی علماء مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولیٰ ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے۔

(فتاوی رضویہ،ج7،ص467،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔خواہ اُسی امام کے پیچھے (وتر پڑھے) جس کے پیچھے عشاوتراویح پڑھی یا دوسرے (امام) کے پیچھے۔“

(بہار شریعت،حصہ4،ص692،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

سوال: ماہ رمضان میں جماعت وتر میں شرکت نہ کرنا اور ہر روز جماعت موجودہ سے باہر چلا جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ وتر کی جماعت کے تارک کو فاسق وفاجر وغیرہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کا حکم کیا ہے؟

جواب: جماعت وتر نہ واجب نہ سنت مؤکدہ،اس کے ترک میں کوئی گناہ نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جماعت افضل ہے یا تنہا وتر ادا کرنا۔

(فتاوی رضویہ،ج7،ص483،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ایک شخص تراویح پڑھائے اور دوسرا عشاء و وتر، یہ کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص تراویح پڑھائے اور دوسرا عشاء و وتر، یہ کیسا ہے؟

جواب: یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشا و وتر پڑھائے دوسرا تراویح، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشا و وتر کی امامت کرتے تھے اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے" جَازَ أَنْ يُصَلِّيَ الْفَرِيضَةَ أَحَدُهُمَا وَيُصَلِّيَ التَّرَاوِيحَ الْآخَرُ وَقَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَؤُمُّهُمْ فِي الْفَرِيضَةِ وَالْوِتْرِ وَكَانَ أُبَيٌّ يَؤُمُّهُمْ فِي التَّرَاوِيحِ، كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ "ترجمہ: یہ جائز ہے کہ ایک آدمی فرض پڑھائے اور دوسرا تراویح، (جیسا کہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرض اور وتر میں امامت فرماتے اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح میں، ایسا ہی السراج الوہاج میں ہے۔

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج1، ص116، دار الفکر، بیروت)

اگر سب لوگوں نے عشا کی جماعت ترک کردی تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھیں

سوال: اگر سب لوگوں نے عشا کی جماعت ترک کر دی تو کیا تراویح جماعت سے پڑھیں گے؟

جواب: اگر سب لوگوں نے عشا کی جماعت ترک کردی تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھیں، ہاں عشا جماعت سے ہوئی اور بعض کو جماعت نہ ملی۔ تو یہ جماعت تراویح میں شریک ہوں۔ درمختار میں ہے" (وَلَوْ تَرَكُوا الْجَمَاعَةَ فِي

الْفَرْضِ لَمْ يُصَلُّوا التَّرَاوِيحَ جَمَاعَةً) لِأَنَّهَا تَبَعٌ فَمُصَلِّيهِ وَحْدَهُ يُصَلِّيهَا مَعَه " ترجمہ: اگر سب لوگوں نے فرض کی جماعت کو ترک کردیا تو تراویح باجماعت ادا نہ کریں کیونکہ تراویح فرض کے تابع ہے، اگر بعض نے جماعت سے فرض نہ پڑھے تو وہ تراویح میں امام کے ساتھ تراویح میں شریک ہوں گے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص47، دارالفکر، بیروت)

تراویح تنہا پڑھی تو کیا وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے؟

سوال: اگر عشا جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا، تو کیا وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے؟

جواب: اگر عشا جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے" (وَلَوْ لَمْ يُصَلِّهَا) أَيْ التَّرَاوِيحَ (بِالْإِمَامِ) أَوْ صَلَّاهَا مَعَ غَيْرِهِ (لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الْوِتْرَ مَعَهُ) "ترجمہ: اگر تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھیں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھیں تو اسے اجازت ہے کہ وہ وتر امام کے ساتھ پڑھ لے۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص47، دارالفکر، بیروت)

اگر عشاء کے فرض تنہا پڑھے تو وتر جماعت سے نہیں پڑھ سکتا

سوال: اگر عشاء تنہا پڑھی اور تراویح باجماعت پڑھی، تو وتر باجماعت پڑھے گا یا تنہا؟

جواب: اور اگر عشاء کے فرض تنہا پڑھے اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ شامی میں ہے" إِذَا لَمْ يُصَلِّ الْفَرْضَ مَعَهُ لَا يَتْبَعُهُ فِي الْوِتْرِ " ترجمہ: فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتروں میں بھی امام کی اقتداء نہیں کرے

گا۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص47،دارالفکر،بیروت)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیۃ و جامع الرموز وردالمختار۔ترجمہ: جیسا کہ غنیّہ، جامع الرموز اور ردالمختار میں ہے۔''

(فتاوی رضویہ،ج7،ص467،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اگر عشا تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔''

(بہار شریعت،حصہ4،ص693،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

مقیمِ جماعت کا دوسری جگہ تراویح پڑھنے جانا کیسا ہے؟

سوال: اگر کوئی اپنی مسجد میں ختمِ قرآن نہ ہونے کی وجہ سے رمضان میں دوسری مسجد میں کلام شریف سننے جائے تو اپنی مسجد میں عشاء کی جماعت اس کے جانے سے بالکل نہیں ہوتی کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہوگا گو مقرر امام مسجد نہیں مگر قرآن شریف مایجوز بہ الصلوٰۃ (جس سے نماز جائز ہوجائے) پر قادر ہے،اس کے موجود ہونے کی صورت میں جماعت ہوسکتی ہے۔

جواب: ایسا شخص بلاشبہ مقیم جماعت ہے اسے چاہئے کہ نماز فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لئے دوسری مسجد میں چلاجائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں اس غرض سے جانا کوئی باک (حرج) نہیں رکھتا بلکہ مطلوب ومندوب ہے، ہاں تعطیلِ جماعتِ فرض جائز نہیں، ولہٰذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے۔

(فتاوی رضویہ،ج7،ص218،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

عشاء کی سنتوں کا سلام نہ پھیرا اسی میں تراویح ملا کر شروع کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: عشاء کے فرضوں کے بعد کی دو سنتیں پڑھ رہا تھا، سلام پھیرنے سے پہلے اسی میں ملا کر تراویح شروع کر دی، کیا حکم ہے؟

جواب: عشا کی سنتوں کا سلام نہ پھیرا اسی میں تراویح ملا کر شروع کی تو تراویح نہیں ہوئی۔فتاوی ہندیہ میں ہے ''إِذَا لَمْ يُسَلِّمْ فِي الْعِشَاءِ حَتَّى بَنَى عَلَيْهِ التَّرَاوِيحَ الصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ وَهُوَ مَكْرُوهٌ وَإِذَا بَنَى التَّرَاوِيحَ عَلَى سُنَّةِ الْعِشَاءِ الْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ، هَكَذَا فِي الْخُلَاصَةِ''ترجمہ: عشاء کا سلام نہ پھیرا، یہاں تک کہ اسی پر تراویح کی بنا کر لی، صحیح قول پر یہ صحیح نہیں مکروہ ہے۔اور اگر سنتِ عشاء پر تراویح کی بنا رکھی تو اصح قول پر ایسا کرنا جائز نہیں، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج1، ص117،دار الفکر،بیروت)

بیٹھ کر تراویح پڑھنا مکروہ ہے

سوال: بیٹھ کر تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: تراویح بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ ہے، بلکہ بعضوں کے نزدیک تو ہوگی ہی نہیں۔درمختار میں ہے ''(وَتُكْرَهُ قَاعِدًا) لِزِيَادَةِ تَأَكُّدِهَا، حَتَّى قِيلَ لَا تَصِحُ (مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ)''ترجمہ: قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس کی بہت تاکید آئی ہے، یہاں تک کہ ایک قول یہ ہے کہ تراویح بیٹھ کر ہوگی ہی نہیں۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص47،دارالفکر،بیروت)

مقتدی کو یہ جائز نہیں کہ بیٹھا رہے جب امام رکوع کرنے کو ہو تو کھڑا ہو جائے

سوال: تراویح کی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے، بعض لوگ بیٹھے رہتے ہیں، جیسے ہی امام رکوع میں جاتا ہے یہ لوگ تکبیر کہہ کر شامل ہو جاتے ہیں، ان کا یہ طریقہ کار شرعاً کیسا ہے؟

جواب: مقتدی کو یہ جائز نہیں کہ بیٹھا رہے جب امام رکوع کرنے کو ہو تو کھڑا ہو جائے کہ یہ منافقین سے مشابہت ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى﴾ ترجمہ: منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے جی سے۔ (پ3، سورۃ البقرۃ، آیت142)

درمختار میں ہے "يُكْرَهُ تَأْخِيرُ الْقِيَامِ إلَى رُكُوعِ الْإِمَامِ لِلتَّشَبُّهِ بِالْمُنَافِقِينَ" ترجمہ: امام کے رکوع کرنے تک بیٹھے رہنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں منافقین سے تشبہ ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص47، دارالفکر، بیروت)

اس کے تحت شامی میں لکھا ہے "ظَاهِرُهُ أَنَّهَا تَحْرِيمِيَّةٌ لِلْعِلَّةِ الْمَذْكُورَةِ. وَفِي الْبَحْرِ عَنْ الْخَانِيَّةِ: يُكْرَهُ لِلْمُقْتَدِي أَنْ يَقْعُدَ فِي التَّرَاوِيحِ، فَإِذَا أَرَادَ الْإِمَامُ أَنْ يَرْكَعَ يَقُومُ؛ لِأَنَّ فِيهِ إظْهَارَ التَّكَاسُلِ فِي الصَّلَاةِ وَالتَّشَبُّهَ بِالْمُنَافِقِينَ قَالَ تَعَالَى ﴿وَإِذَا قَامُوا إلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى﴾" ترجمہ: علتِ مذکورہ کے پیش نظر ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ بحر میں خانیہ کے حوالے سے ہے: مقتدی کے لیے مکروہ ہے کہ وہ تراویح میں بیٹھا رہے، جب امام رکوع کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو، کیونکہ اس میں نماز کے معاملہ میں سستی کا اظہار اور منافقین سے تشبہ ہے، اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے: منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے جی سے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص48، دارالفکر، بیروت)

امام سے کوئی آیت یا سورت بھولے سے رہ گئی تو کیا کرے؟

سوال: امام سے کوئی آیت یا سورت بھولے سے رہ گئی تو کیا کرے؟

جواب: امام سے غلطی ہوئی کوئی سورت یا آیت چھوٹ گئی تو مستحب یہ ہے کہ اسے پہلے پڑھ کر پھر آگے بڑھے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "وَإِذَا غَلِطَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي التَّرَاوِيحِ فَتَرَكَ سُورَةً أَوْ آيَةً وَقَرَأَ مَا بَعْدَهَا فَالْمُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يَقْرَأَ الْمَتْرُوكَةَ ثُمَّ الْمَقْرُوءَةَ لِيَكُونَ عَلَى التَّرْتِيبِ، كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ" ترجمہ: جب امام سے تراویح کی قراءت میں کوئی غلطی ہوئی، کوئی سورت یا آیت چھوٹ گئی تو مستحب یہ ہے کہ اسے پہلے پڑھ کر پھر آگے بڑھے، تاکہ قرآن پاک ترتیب سے پورا ہو، ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج1، ص118، دار الفکر، بیروت)

تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا کھڑا ہو گیا تو کیا کرے؟

سوال: تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا کھڑا ہو گیا تو کیا کرے؟

جواب: دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا کھڑا ہو گیا تو جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سجدہ کر لیا ہو تو چار پوری کر لے مگر یہ دو شمار کی جائیں گی اور جو دو پر بیٹھ چکا ہے تو چار ہوئیں۔ فتاوی ہندیہ میں ہے "وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الْإِسْكَافِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ قَامَ إلَى الثَّالِثَةِ فِي التَّرَاوِيحِ وَلَمْ يَقْعُدْ فِي الثَّانِيَةِ قَالَ: إنْ تَذَكَّرَ فِي الْقِيَامِ يَنْبَغِي أَنْ يَعُودَ وَيَقْعُدَ وَيُسَلِّمَ وَإِنْ تَذَكَّرَ بَعْدَمَا سَجَدَ لِلثَّالِثَةِ فَإِنْ

أَضَافَ إِلَيُهَا رَكُعَةً أُخُرَى كَانَتُ هَذِهِ الْأَرُبَعُ عَنُ تَسُلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ وَإِنُ قَعَدَ فِى الثَّانِيَةِ قَدُرَ التَّشَهُّدِ اخُتَلَفُوا فِيهِ فَعَلَى قَوُلِ الْعَامَّةِ يَجُوزُ عَنُ تَسُلِيمَتَيُنِ وَهُوَ الصَّحِيحُ، هَكَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَان'' ترجمہ: ابوبکر اسکاف سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال جس نے تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ نہیں اور تیسری کے لیے کھڑا ہوگیا؟ فرمایا: اگر قیام میں اسے یاد آگیا تو اسے چاہیے کہ لوٹ آئے، قعدہ کرے اور سلام پھیر دے۔ اور اگر تیسری کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا، اب اگر اس نے ایک رکعت اور ملائی تو یہ چار رکعتیں دو کے قائم مقام ہوجائیں گی اور اگر دوسری کا قعدہ مقدارِ تشہد تک کیا تھا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور کا قول یہ ہے کہ اس کی چار رکعتیں ہوجائیں گی، ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح، ج 1، ص118، دار الفكر، بيروت)

اگر چار رکعتیں تراویح اکٹھی پڑھ رہا تھا، دوسری پر بیٹھنا بھول گیا، چار مکمل کرلیں، کیا حکم ہے؟

سوال: اگر چار رکعتیں تراویح اکٹھی پڑھ رہا تھا، دوسری پر بیٹھنا بھول گیا، چار مکمل کرلیں، اس کی نماز ہوجائے گی؟ اگر ہوگی تو کتنی رکعتیں ہوں گی؟

جواب: اس کی نماز ہوجائے گی مگر اس کی صرف دو رکعتیں ہوں گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے ''فِي الْفَتَاوَى وَلَوُ صَلَّى أَرُبَعًا بِتَسُلِيمَةٍ وَلَمُ يَقُعُدُ فِي الثَّانِيَةِ فَفِي الِاسُتِحُسَانِ لَا تَفُسُدُ وَهُوَ أَظُهَرُ الرِّوَايَتَيُنِ عَنُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى وَإِذَا لَمُ تَفُسُدُ قَالَ مُحَمَّدُ بُنُ الْفَضُلِ تَنُوبُ الْأَرُبَعُ عَنُ تَسُلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ وَهُوَ الصَّحِيحُ، كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ، وَهَكَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَان'' ترجمہ: فتاوی میں ہے: اگر کسی نے چار تراویح ایک سلام سے پڑھیں، وہ

دوسری رکعت میں نہ بیٹھا تو استحسان یہ ہے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی دو روایتوں میں سے اظہر روایت یہی ہے، اور جب نماز فاسد نہیں ہوئی تو محمد بن فضل کہتے ہیں: یہ چار دو کے قائم مقام ہوں گی اور یہی صحیح ہے، اسی طرح السراج الوہاج میں ہے اور ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح، ج 1، ص118، دار الفكر، بيروت)

تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا، اگر دوسری پر بیٹھا نہ تھا تو نہ ہوئیں

سوال: تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا کھڑا ہوگیا، پھر تیسری پر سلام پھیر دیا، کیا حکم ہے؟

جواب: تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا، اگر دوسری پر بیٹھا نہ تھا تو نہ ہوئیں ان کے بدلے کی دو رکعت پھر پڑھے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَإِذَا صَلَّى التَّرَاوِيحَ عَشُرَ تَسُلِيمَاتٍ، كُلُّ تَسُلِيمَةٍ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ وَلَمُ يَقُعُدُ فِي كُلِّ ثَلَاثٍ عَلَى رَأُسِ الثَّانِيَةِ فِي الْقِيَاسِ وَهُوَ قَوُلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَإِحُدَى الرِّوَايَتَيُنِ عَنُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيُهِ قَضَاءُ التَّرَاوِيح لَا غَيُر'' ترجمہ: کسی نے دس سلاموں کے ساتھ بیس تراویح پڑھیں، ہر سلام میں تین رکعتیں پڑھیں، اور ہر تین رکعتوں میں دوسری رکعت پر نہ بیٹھا، تو قیاس یہ ہے اور یہی امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام اعظم کی دو روایتوں میں سے ایک ہے کہ اس پر تراویح کی قضا ہوگی، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح، ج 1، ص118، دار الفكر، بيروت)

اگر قعدہ میں مقتدی سو گیا تو؟

سوال: قعدہ میں مقتدی سو گیا امام سلام پھیر کر اور مزید دو رکعت پڑھ کر

قعدہ میں آیا اب یہ بیدار ہوا تو کیا کرے؟

جواب: قعدہ میں مقتدی سو گیا امام سلام پھیر کر اور دو رکعت پڑھ کر قعدہ میں آیا اب یہ بیدار ہوا تو اگر معلوم ہو گیا تو سلام پھیر کر شامل ہو جائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد جلد پوری کر کے امام کے ساتھ ہو جائے۔فتاوی ہندیہ میں ہے" رَجُلٌ شَرَعَ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ مَعَ الْإِمَامِ فَلَمَّا قَعَدَ الْإِمَامُ نَامَ هُوَ وَسَلَّمَ الْإِمَامُ فَأَتَى بِالشَّفْعِ الْآخِرِ وَقَعَدَ لِلتَّشَهُّدِ فَانْتَبَهَ الرَّجُلُ إنْ عَلِمَ ذَلِكَ يُسَلِّمُ وَيَدْخُلُ مَعَ الْإِمَامِ وَيُوَافِقُهُ فِي التَّشَهُّدِ فَإِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ يَقُومُ وَيَأْتِي بِالرَّكْعَتَيْنِ سَرِيعًا وَيُسَلِّمُ وَيَدْخُلُ مَعَ الْإِمَامِ فِي الشَّفْعِ الثَّالِثِ، كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ" ترجمہ:ایک شخص نے امام کے ساتھ تراویح شروع کی، جب امام قعدہ میں بیٹھا تو یہ قعدہ میں سو گیا امام سلام پھیر کر اور دو رکعت پڑھ کر قعدہ میں آیا اب یہ بیدار ہوا تو اگر معلوم ہو گیا تو سلام پھیر کر شامل ہو جائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعتیں جلد پوری کر کے امام کے ساتھ تیسرے شفع میں شامل ہو جائے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔

(الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب التاسع فى النوافل، فصل فى التراويح، ج 1، ص119، دار الفكر، بيروت)

وتر پڑھنے کے بعد لوگوں کو یاد آیا کہ دو رکعتیں رہ گئیں تو کیا کریں؟

سوال: وتر پڑھنے کے بعد لوگوں کو یاد آیا کہ دو رکعتیں رہ گئیں تو کیا کریں؟

جواب: وتر پڑھنے کے بعد لوگوں کو یاد آیا کہ دو رکعتیں رہ گئیں تو جماعت سے پڑھ لیں اور آج یاد آیا کہ کل دو رکعتیں رہ گئی تھیں تو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے" وَإِذَا تَذَكَّرُوا أَنَّهُ فَسَدَ عَلَيْهِمْ شَفْعٌ مِنْ اللَّيْلَةِ

الْمَاضِيَةِ فَأَرَادُوا الْقَضَاءَ بِنِيَّةِ التَّرَاوِيحِ يُكْرَهُ وَلَوْ تَذَكَّرُوا تَسْلِيمَةً بَعْدَ أَنْ صَلَّوْا الْوِتْرَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ :لَا يُصَلُّونَهَا بِجَمَاعَةٍ وَقَالَ الصَّدْرُ الشَّهِيدُ يَجُوزُ أَنْ يُصَلُّوهَا بِجَمَاعَةٍ، كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ" ترجمہ:لوگوں کو یاد آیا کہ گزشتہ کل دو رکعتیں فاسد ہو گئی تھیں، وہ چاہتے ہیں کہ بنیتِ تراویح (جماعت سے) پڑھ لیں تو یہ ان کے لیے مکروہ ہے۔اگر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا تو محمد بن فضل کہتے ہیں:وہ جماعت سے نہیں پڑھیں گے اور صدر شہید نے کہا:جماعت سے پڑھنا ان کے لیے جائز ہے، اسی طرح السراج الوہاج میں ہے۔

(الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب التاسع فى النوافل، فصل فى التراويح، ج 1، ص117، دار الفكر، بيروت)

سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے دو ہوئیں کوئی کہتا ہے تین تو کیا کریں؟

سوال: سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے دو ہوئیں کوئی کہتا ہے تین تو کیا کریں؟

جواب: سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے دو ہوئیں کوئی کہتا ہے تین، تو امام کے علم میں جو ہو اُس کا اعتبار ہے اور امام کو کسی بات کا یقین نہ ہو تو جس کو سچا جانتا ہو اُس کا قول اعتبار کرے۔اگر اس میں لوگوں کو شک ہو کہ بیس ہوئیں یا اٹھارہ تو دو رکعت تنہا تنہا پڑھیں۔فتاوی عالمگیری میں ہے" إذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ فِي تَرْوِيحَةٍ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ صَلَّى ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ:صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَأْخُذُ الْإِمَامُ بِمَا كَانَ عِنْدَهُ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الْإِمَامُ عَلَى يَقِينٍ يَأْخُذُ بِقَوْلِ مَنْ كَانَ صَادِقًا عِنْدَهُ، كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَإِذَا

شَکُّوا فِی عَدَدِ التَّسْلِیمَاتِ اخْتَلَفَ الْمَشَایِخُ فِی الْإِعَادَۃِ وَعَدَمِهَا بِجَمَاعَۃٍ أَوْ فُرَادَی، وَالصَّحِیحُ أَنْ یُعِیدُوا فُرَادَی، هَکَذَا فِی الْمُحِیطِ ''ترجمہ: جب امام نے ترویحہ میں سلام پھیرا تو بعض لوگ کہتے ہیں تین پڑھی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دو پڑھی ہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر امام اس پر عمل کرے گا جو اس کے علم میں ہے، اور اگر امام کو کسی بات پر یقین نہ ہو تو اس کا قول لے گا جو اس کے نزدیک سچا ہے، ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر لوگوں کو کل رکعتیں ہونے میں شک ہو کہ بیس ہوئیں یا اٹھارہ تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ (دو رکعتوں کا) اعادہ کریں یا نہیں کریں اور کریں تو باجماعت کریں یا تنہا تنہا اور صحیح یہ ہے کہ دو رکعت تنہا تنہا پڑھیں، ایسا ہی محیط میں ہے۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص117، دار الفکر، بیروت)

اگر کسی وجہ سے نماز تراویح فاسد ہو جائے تو جتنا قرآن مجید ان رکعتوں میں پڑھا ہے اعادہ کریں

سوال: اگر کسی وجہ سے نماز تراویح فاسد ہو جائے تو رکعتیں دوبارہ پڑھی جائیں گی، کیا قرآن مجید جو ان رکعتوں میں پڑھا گیا وہ بھی دوبارہ پڑھا جائے گا؟

جواب: اگر کسی وجہ سے نماز تراویح فاسد ہو جائے تو جتنا قرآن مجید ان رکعتوں میں پڑھا ہے اعادہ کریں تاکہ ختم میں نقصان نہ رہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ''وَإِذَا فَسَدَ الشَّفْعُ وَقَدْ قَرَأَ فِیهِ لَا یَعْتَدُّ بِمَا قَرَأَ فِیهِ وَیُعِیدُ الْقِرَاءَۃَ لِیَحْصُلَ لَهُ الْخَتْمُ فِی الصَّلَاۃِ الْجَائِزَۃِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: یَعْتَدُّ بِهَا، کَذَا فِی الْجَوْهَرَۃِ النَّیِّرَۃِ'' ترجمہ: اگر کوئی شفع یعنی دو رکعتیں فاسد ہو جائیں تو ان میں جو قراءت ہوگی وہ شمار نہیں کی جائے گی، اس قراءت کا اعادہ کیا جائے گا۔ بعض نے کہا شمار کی جائے

گی، ایسا ہی جوہرہ نیرہ میں ہے۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص118، دار الفکر، بیروت)

اگر باوجود پوری کوشش کے کوئی حافظ ہی نہ ملے تو کیا کریں؟

سوال: اگر باوجود پوری کوشش کے کوئی حافظ ہی نہ ملے یا کسی اور وجہ سے ختم نہ ہو سکے تو کیا کریں؟

جواب: اگر کسی وجہ سے ختم نہ ہو تو سورتوں کی تراویح پڑھیں اور اس کے لیے بعضوں نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ الم ترکیف سے آخر تک دو بار پڑھنے میں بیس رکعتیں ہو جائیں گی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَالنَّاسُ فِی بَعْضِ الْبِلَادِ تَرَکُوا الْخَتْمَ لِتَوَانِیهِمْ فِی الْأُمُورِ الدِّینِیَّۃِ ثُمَّ بَعْضُهُمُ اخْتَارَ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) فِی کُلِّ رَکْعَۃٍ وَبَعْضُهُمُ اخْتَارَ قِرَاءَۃَ سُورَۃِ الْفِیلِ إِلَی آخِرِ الْقُرْآنِ وَهَذَا أَحْسَنُ الْقَوْلَیْنِ؛ لِأَنَّهُ لَا یَشْتَبِهُ عَلَیْهِ عَدَدُ الرَّکَعَاتِ وَلَا یَشْتَغِلُ قَلْبُهُ بِحِفْظِهَا، کَذَا فِی التَّجْنِیسِ'' ترجمہ: بعض شہروں کے لوگوں نے ختم کو ترک کر دیا ہے، دنیوی کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے (تو اس صورت میں) بعض نے ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنے کو اختیار کیا ہے اور بعض نے سورۂ فیل سے آخر قرآن تک دو بار پڑھنے کو اختیار کیا ہے، یہ قول زیادہ اچھا ہے کیونکہ عدد رکعات میں اشتباہ نہیں ہوگا اور دل اس کے یاد رکھنے میں مشغول نہیں ہوگا، ایسا ہی تجنیس میں ہے۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج 1، ص118، دار الفکر، بیروت)

سوال: نماز تراویح حافظ کے نہ ہونے سے سورہ الم ترکیف سے پڑھی جائیں بیس رکعت، لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورۃ دوسری میں

قل ھواللہ یہاں تک کہ بیس رکعت میں نوسورہ الــم تــر کیف سے اور گیارہ سورہ قــل ھـــــــو اللّٰہ پڑھی جائیں مگر گیارہویں رکعت میں جبکہ سورہ اذا جاء پڑھی جائے اور بارہویں میں قل ھو اللّٰہ تو ایک سورہ تبّت بیچ میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قــل ھو اللّٰہ اور بیسویں میں نــاس تو فـلق رہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟

جواب: یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ دس رکعتوں میں سورہ فیل سے سورہ ناس تک پڑھے پھر انہیں کا اعادہ کرے۔ (فتاوی رضویہ،ج7،ص474،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

تراویح کے ختمِ قرآن میں ایک بار بسم اللہ جہر (بلند آواز) سے پڑھنا سنت ہے

سوال: تراویح کے ختمِ قرآن میں ایک بار بسم اللہ جہر (بلند آواز) سے پڑھی جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سنت ہے۔ صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ایک بار بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا سنت ہے اور ہر سورت کی ابتدا میں آہستہ پڑھنا مستحب اور یہ جو آج کل بعض جہال نے نکالا ہے کہ ایک سو چودہ بار بسم اللہ جہر سے پڑھی جائے ورنہ ختم نہ ہوگا، مذہب حنفی میں بے اصل ہے۔''

(بہار شریعت، حصہ4،ص694،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ہر سورت سے پہلے بسم اللہ جہر سے پڑھنا منع ہے

سوال: ایک شخص تراویح میں یہاں پر ایک سو چودہ میں سے ہر سورہ میں

بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھتا ہے، یہ کیسا ہے؟

جواب: نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورۂ بقرہ سے سورۂ ناس تک کسی ایک سورہ پر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پورا ہو، ہر سورۃ سے آواز سے پڑھنا ممنوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف۔ (فتاوی رضویہ،ج7،ص474،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

فتاوی رضویہ میں ایک اور مقام پر ہے ''بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر، مذہب حنفی میں لازم وواجب ہونا محض بے اصل و باطل صریح، اور حنفیہ کرام پر افتراء قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے۔''

(فتاوی رضویہ،ج7،ص661،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

سورۂ فاتحہ اور سورۂ توبہ کے درمیان تعوذ پڑھنے کا حکم

سوال: حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورہ توبہ کے درمیان اعوذ باللّٰہ من الـنار و من شر الکفار الخ بالجہر قصداً پڑھا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کیسی؟ اگر نماز واجب الاعادہ ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ختم کے پورا ہونے میں اس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا؟

جواب: سورہ توبہ شریف کے آغاز پر بجائے تسمیہ یہ تعوّذ محدثات عوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں، خیر بیرون نماز اس میں حرج نہ تھا، رہی نماز اگر سورہ فاتحہ کے بعد یہی سورہ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ اعوذ پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی کہ واجب ضم سورۃ بوجہ فصل بالاجنبی ترک ہوا، مگر اعادہ تراویح سے اعادہ قرآن لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہو جاتی اور اگر فاتحہ کے

بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی اور اُس سے پہلے وہ تعوذ پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم ووجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض وواجبات یہ فعل مکروہ وخلاف سنت ضرور ہے اور اس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی وقلت شعور ہے اُن دو رکعتوں کا اعادہ اولیٰ ہے۔ قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلاً حاجت نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج7، ص481، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ختم تراویح میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا اور آخری رکعت میں پھر شروع سے پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: ختم تراویح میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا اور آخری رکعت میں پھر شروع سے پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: یہ دونوں عمل افضل ومستحب ہیں۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''متاخرین نے ختم تراویح میں تین بار قل ھو اللہ پڑھنا مستحب کہا اور بہتر یہ ہے کہ ختم کے دن پچھلی رکعت میں الٓم سے مفلحون تک پڑھے۔

(بہار شریعت، حصہ4، ص695، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ختم والے دن آخری رکعت میں الم تا مفلحون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف جگہ سے پڑھنا

سوال: ہمارے ہاں ایک مفتی صاحب ختم قرآن شریف کے دن بیسویں رکعت میں الم تا مفلحون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف ماکان محمد وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں، لیکن کچھ لوگ اس عمل کے خلاف ہیں، آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

جواب: یہ صورت بلاشبہہ جائز ومباح ہے۔ سنن ابی داؤد میں ابوقتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پست آواز سے پڑھتے دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بلند آواز سے، اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سے لیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: قد اسمعت من ناجیت۔ یارسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطانی۔ رسول اللہ میں اس لئے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھتا جاگے اور شیطان بھاگے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: کلام طیب یجمعہ اللہ عضہ الیٰ بعضیا۔ رسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے ملا لیتا ہوں ارادہ الٰہیہ یونہی ہوتا ہے۔ فرمایا: کلکم قد اصاب۔ تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا۔

(سنن ابوداؤد، باب رفع الصوت بالقرأۃ فی صلوٰۃ اللیل، ج1، ص188، مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور)☆(فتاوی رضویہ، ج7، ص469، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

شبینہ کی تعریف اور اس کا حکم

سوال: شبینہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن مجید ختم کرنا، کبھی ایک حافظ کرتا ہے اور کبھی چند مل کر، کبھی نوافل میں کیا جاتا ہے اور کبھی بغیر نوافل کے۔

سوال: شبینہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: فی نفسہ شبینہ جائز ہے، ہاں اگر صورتِ حال یہ ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کررہا ہے، کچھ لوگ لیٹے ہیں، کچھ لوگ چائے پینے میں مشغول ہیں، کچھ لوگ مسجد کے باہر سگریٹ نوشی کررہے ہیں اور جب جی میں آیا ایک آدھ رکعت میں شامل بھی ہوگئے، یا پڑھنے والا غلط قراءت کررہا ہے تو یہ ناجائز وممنوع ہے۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں ''شبینہ فی نفسہٖ قطعاً جائز وروا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے، امام الائمہ سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے ''قال الحافظ الذهبی قدتواتر قیامه باللیل وتهجده وتعبده، ای ومن ثم كان یسمی بالوتد لكثرة قیامه باللیل، بل احیاه بقرأة القران فی ركعة ثلاثین سنه '' ترجمہ: حافظ ذہبی نے فرمایا کہ آپ کا قیام اللیل، تہجد اور تعبد تواتر کے ساتھ منقول ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کے قیامِ لیل میں کثرت تھی بلکہ آپ تیس سال تک رات کو ایک رکعت میں پورے قرآن کی تلاوت کرتے۔

(ردالمحتار، مقدمه، ج1، ص62، مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

بلادلیل شرعی کسی حکم کو بعض عباد (بندوں) سے خاص مان لینا جزاف (بے تکی بات) ہے اور یہ کہنا کہ اُن کا یہ فعل ہمارے لئے حجت نہیں ادب کے خلاف محض لاف ہے، ان کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا زید وعمرو کا ہوگا! جواہر الفتاویٰ امام کرمانی پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے ''انما یتمسك بافعال اهل الدین '' ترجمہ: اہل دین کے افعال سے تمسک کیا جائے گا۔

(فتاوی هندیة، كتاب الكراهیة الباب السابع عشرفی الفناء، ج5، ص352، نورانی كتب خانه پشاور)

علمائے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ، میزان الشریعہ امام عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ سیدی علی مرصفی قدس سرہ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرمائے۔

(المیزان الكبرىٰ، فصل فی بیان بعض مااطلعت علیه من كتب الشریعة، ج1، ص79، مصطفی البابی، مصر)

آثار میں ہے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دَہنا پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہوجاتا۔ بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے پر زین کرنے کا فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں زبور یا توراۃ مقدس ختم فرمالیتے۔ توراۃ شریف قرآن مجید سے حجم میں کئی حصے زائد ہے۔ والحدیث رواه احمد والبخاری ((**عن ابی هریرة** رضی اللہ تعالیٰ عنه **عن النبی** صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم **قال خفف علی داؤد القرأن فكان یامر بدوابه فتسرج فیقرأ القرأن من قبل ان تسرج دوابه**))

ترجمہ: امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے تلاوت آسان فرمادی تھی آپ سواری پر زین رکھنے کا حکم دیتے اور زین رکھی جاتی تو آپ زین رکھنے سے پہلے زبور تلاوت کرلیتے۔

(صحیح البخاری، كتاب الانبیاء قول اللہ اتینا داؤدزبورا، ج1، ص485، مطبوعه قدیمی كتب خانه، كراچی)

یہ سب روایات اور ان سے زائد ہماری کتاب "الفیوض المکیة لمحب الدولة المکیة" میں ہیں ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے، جاہل وہ کہ اُسوت (پیروی کرنے) اور حجت (دلیل بنانے) میں فرق نہ جانے، ہم ان میں

اقتداء پر قادر نہیں مگر وہ حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہٖ یہ فعل حسن ہے کراہت یا ممانعت اگر آئے گی تو عوارض سے، اور وہ یہاں پانچ ہیں:

(1) **اوّل** عدم تفقّہ یعنی جلدی کی وجہ سے معانی قرآن کریم میں تفکر وتدبر نہ ہو سکے گا، اصل وجہ منصوص فی الحدیث ہی ہے سنن دارمی وابی داؤد وترمذی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے **((لم یفقه من فرائض القرأن فی اقل من ثلاث))** ترجمہ: جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے سمجھ کر نہ پڑھا۔

(جامع الترمذی ،ابواب القرأۃ ،ج2،ص119،مطبوعه امین کمپنی کتب خانه رشیدیه ،دہلی)

یہ وجہ صرف نفی افضلیت کرتی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ ولہٰذا علمگیری میں کراہت شبینہ کے قول کو بصیغہ ضعف ومرجوحیت نقل کیا'' حیث قال افضل القرأۃ ان یتدبر فی معناه حتی قیل یکره ان یختم القران فی یوم واحد ''ترجمہ: جہاں الفاظ یہ ہیں کہ افضل قرأت یہ ہے کہ اس کے معانی میں تدبر ہو حتی کہ یہ کہا گیا ہے کہ ایک دن میں ختم قرآن مکروہ ہے۔

(فتاوی ہندیه ،کتاب الکراہیة الباب الرابع فی الصلوٰۃ ، ج 5،ص317،مطبوعه نورانی کتب خانه پشاور)

اقــــول (میں کہتا ہوں): پھر یہ بھی ان کے لئے ہے جو تفکر معانی کریں یہاں کے عام لوگ کہ کتنا ہی دیر میں پڑھئے تفکر سے محروم ہیں اُن کے لئے دیر بے سود ہے اور وہ مقصود لذاتہٖ نہیں بلکہ اسی لئے مقصود ہے اُن کے لئے معتدل جلدی ہی کا افضل ہونا چاہئے کہ جس قدر جلد پڑھیں گے قرأت زائد ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سَو کی جگہ پانسو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **((من قرأ حرفا من کتاب الله فله حسنة و**

الحسنة بعشرا مثالها لااقول الم حرف ولکن الف حرف ولام حرف ومیم حرف)) ترجمہ: جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں، میں نہیں فرماتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

(جامع الترمذی ،باب ماجاء فی من قرأحرفا من القرآن ،ج 2،ص115،مطبوعه امین کمپنی کتب خانه رشیدیه ،دہلی)

اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں، امام احمد رضی اللہ عنہ نے رب عزوجل کو خواب میں دیکھا عرض کی: اے میرے رب! کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ فرمایا: میری کتاب۔ عرض کی: **یارب بفهم اوبغیرفهم**۔ ترجمہ: اے میرے رب! سمجھ کر یا بے سمجھ بھی۔ فرمایا: **بفهم وبغیرفهم**۔ ترجمہ: سمجھ کر اور بے سمجھے۔

(2) **دوم** کسل (اکتاہٹ)، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ان اللہ لایسأم حتی تسأموا)) ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک نہ اکتاؤ۔

(مسنداحمد بن حنبل ،حدیث سیّدہ عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنہا ،ج6،ص247،مطبوعه دارالفکر ،بیروت)

اقــــول (میں کہتا ہوں): یہ وجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار ہوتا ہے کمابیناہ فی رسالتنا کشف الرین علی حکم مجاورة الحرمین ورسالتنا جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالے کشف الرین علی حکم مجاورة الحرمین اور اپنے رسالے جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور میں بیان

کیا ہے۔) مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے، علماء نے تصریح فرمائی کہ کسل قوم کے سبب تراویح میں قرآن نہ چھوڑیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے ''الختم مرة سنة و لایترك الختم لکسل القوم، ملخصا'' ترجمہ: ایک دفعہ ختم قرآن سنت ہے لہٰذا اسے قوم کی سستی کی بنا پر ترک نہ کیا جائے۔

(درمختار، باب الوتر والنوافل، ج1، ص98، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی بھارت)

اگر کراہت تحریم ہوتی اُس سے احتراز احتراز سنت پر مقدم رہتا اور مکروہ تنزیہی جواز واباحت رکھتا ہے نہ کہ گناہ وحرمت، کما حققناہ فی رسالتنا جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیة (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیة میں اس کی تحقیق کی ہے)

(3) **سوم** ہذرمہ گھاس کاٹنا۔ بعض لوگ ایسا جلد پڑھتے ہیں علیم یا حکیم، یعقلون، تعلمون غرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نفس سنت کا فانی اور بدعت شنیعہ اور اساءت ہے۔

(4) **چہارم** ترک واجبات قرأۃ مثل مد متصل، یہ صورت گناہ ومکروہ تحریمی ہے۔

(5) **پنجم** امتیاز حروف متشابہ مثل ث س ص، ت ط، ز ذ ظ وغیرہا نہ رہنا، یہ خود حرام ومفسد نماز ہے مگر ہندوستان کی جہالتوں کا کیا علاج، حفاظ وعلماء کو دیکھا ہے کہ تراویح درکنار فرائض میں بھی اس کی رعایت نہیں کرتے، نمازیں مفت برباد جاتی ہیں انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

شبینہ مذکورہ سوال کہ ان عوارض سے خالی تھا اس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں۔

(فتاوی رضویہ ملخصاً ج7، ص476تا480، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ''علماء بنظر منع کسل وملال اقل مدت ختم قرآن

عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت ونشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں، بہت اکابر دین سے منقول ہے۔

خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے)۔

نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی، چار کی نسبت کتب فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہ جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ حرام کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں دی ہے) مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کئے جائیں گے علمائے امت وحکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج7، ص465، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''شبینہ کہ ایک رات کی تراویح میں پورا قرآن پڑھا جاتا ہے، جس طرح آج کل رواج ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کررہا ہے، کچھ لوگ لیٹے ہیں، کچھ لوگ چائے پینے میں مشغول ہیں، کچھ لوگ مسجد کے باہر حقہ نوشی کررہے ہیں اور جب جی میں آیا ایک آدھ رکعت میں شامل بھی ہوگئے یہ ناجائز ہے۔

فائدہ: ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان شریف میں اکسٹھ ختم کیا کرتے تھے۔ تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں اور پینتالیس برس عشا کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ (بہار شریعت، حصہ4، ص695، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تراویح میں لقمہ دینے کا حکم

سوال: کیا تراویح میں حافظ صاحب کو قرأت بھولنے پر لقمہ دے سکتے ہیں؟ اور کیا لقمہ لینے دینے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے؟

جواب: امام جب نماز یا قرأت میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل۔اور اس میں سجدۂ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں، ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحان اللہ کہنے کی دیر چپکا کھڑا رہا تو سجدۂ سہو آئے گا۔ (فتاوی رضویہ،ج7،ص288،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

تراویح میں سامع کے علاوہ کا لقمہ دینا کیسا ہے؟

سوال: زید ایک مسجد میں تراویح سنا رہا ہے،عمرو اس کا مقرر شدہ سامع ہے،محمود ایک تیسرا شخص ہے،وہ بھی حافظ ہے،کیا وہ امام کی غلطی پر لقمہ دے سکتا ہے؟ بالخصوص اس صورت میں جب عمرو غلط لقمہ دے۔اگر لقمہ دینے پر زید اور عمرو اس پر تشدد کریں یا مسجد سے نکلوا دیں،تو کیا حکم ہے؟

جواب: امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ''امام جب ایسی غلطی کرے جو موجبِ فسادِ نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے ان میں سے جو بتادے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہوجائے گی،وذلك لان الغلط لما كان مفسدا كان السكوت عن اصلاحه ابطالا للصلاة وهو حرام بقوله تعالى ﴿ **ولا تبطلوا اعمالكم** ﴾ ترجمہ:وجہ یہ کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی،نماز کے بطلان کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو

وثوق (یقین) حاصل ہو،بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتائے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے، وذلك لان الاصلاح ههنا فرض و مالايتم الفرض الابه فهو فرض اقول ونظيره ان الشهادة فرض كفاية فان علم الشاهد انه اسرع قبولا عند القاضي وجب عليه الا داء عينا و ان كان هناك من تقبل شهادته كما في الخانية والفتح والوهبانية و البحر والدر وغيرها ۔اس لئے کہ یہاں اصلاح فرض ہے اور ہر وہ چیز جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو وہ فرض ہوتی ہے، **اقول**: اس کی نظیر گواہی ہے جو فرض کفایہ ہے اگر کوئی گواہ جانتا ہے کہ اس کی گواہی قاضی کے ہاں زیادہ مقبول ہے تو اس پر ادائیگی شہادت لازم ہے اگرچہ وہاں ایسے گواہ ہوں جن کی گواہی قبول کی جاسکتی ہو خانیہ، فتح، وہبانیہ، بحر اور در وغیرہ۔

اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہوکر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے اگر ایک بتادے اور اس کے بتانے سے کاروائی ہوجائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے،فان قيل له مصلح اٰخر وهو سجود السهو فلايجب الفتح عينا قلت بلى فان ترك الواجب معصية وان لم ياثم بالسهو و دفع المعصية واجب ولايجوز التقرير عليها بناء على جابر يجرها كمالايخفى ۔اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اصلاح کی دوسری صورت بصورتِ سجدہ سہو موجود ہے تو یہاں لقمہ دینا واجب نہ ہوگا، **قلت** (میں نے کہا): کیوں نہیں، کیونکہ ترک واجب گناہ ہے اگرچہ امام سہو سے گناہگار نہیں ہوتا،اور

گناہ سے بچنا ضروری ہے تو معصیت پر اثبات اس لئے کہ کسی دوسرے سے اس کا ازالہ کرلیا جائے گا جائز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور اگر اس غلطی میں نہ فسادِ نماز ہے نہ ترکِ واجب، جب بھی (قراءت میں) ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے۔

مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب (موجب نہ ہونے کی وجہ سے)۔

اقول (میں کہتا ہوں) مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کرکے خود متنبہ ہوا اور یاد نہیں آتا یاد کرنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رُکے گا نماز میں کراہتِ تحریم آئے گی اور سجدہ سہو واجب ہوگا۔

تو اس صورت میں جب اُسے رُکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدرِ ناجائز تک نہ پہنچے۔

دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراراً اُن سے بعض کلماتِ بےمعنی صادر ہوتے ہیں کوئی اُوں اُوں کہتا ہے کوئی کچھ اور، اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب رکنے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے، وذلك لانه اذن يكون صيانته عن البطلان وهی فريضة غير ان وقوعه مظنون للعادة لامقطوع به فينزل فيما يظهر الى الوجوب۔ وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس کو بطلان سے بچانا ہے جو کہ فرض ہے لیکن عادت کی بنا پر اس کا وقوع صرف ظنی ہے قطعی نہیں ہے تو موجودہ صورت میں یہ فرض سے مرتبہ وجوب پر آجائے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں ختم قرآن عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہئے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے رواں ہوجائے اگرچہ اس غلطی سے نماز میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصودِ ختمِ کتابِ عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہوگا، یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کردے امام دوسری تراویح میں اُتنے الفاظ کریمہ کا صحیح طور پر اعادہ کرلے مگر اولیٰ پھر بھی بتانا ہے کہ حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو۔

اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں، ارشادات حدیث وفقہ سب مطلق ہیں ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں ((امرنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نرد علی الامام)) ترجمہ: ہم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اس کی غلطی رد کریں۔ (المستدرك علی الصحيحين، کتاب الصلوٰة، ج1، ص270، مطبوعه دارالفكر، بيروت)

ابن منیع نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابوعبدالرحمٰن سے روایت کی، فرماتے ہیں ((قال علی کرم اللہ تعالیٰ وجهه من السنة ان تفتح علی الامام اذا استطعمك قيل لابی عبدالرحمٰن مااستطعام الامام قال اذا سكت)) ترجمہ: امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سنت ہے کہ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، ابوعبدالرحمان سے کہا گیا امام کا مانگنا کیا، کہا جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ ہوجائے۔

(المستدرك علی الصحيحين، کتاب الصلوٰة، ج1، ص270، مطبوعه دارالفكر، بيروت)

کتبِ مذہب میں عموماً "يجوز فتحه علی امامه" فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علماء

نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے۔ بحرالرائق وغیرہ میں ہے" لانہ تعلق بہ اصلاح صلاتہ لانہ لولم یفتح ربما یجری علی لسانہ مایکون مفسد او لاطلاق ماروی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اذاستطعمکم الامام فاطعموہ واستطعامہ سکوتہ ولھذا لوفتح علی امامہ بعد ماانتقل الی اٰیۃ اخری لاتفسد صلاتہ وھو قول عامۃ المشایخ لاطلاق المرخص،مختصرا "ترجمہ: کیونکہ اس کے ساتھ اصلاح نماز کا تعلق ہے کیونکہ اگر لقمہ نہ دیا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسے کلمات جاری ہوجاتے ہیں جو مفسد نماز ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کا اطلاق بھی یہی تقاضا کرتا ہے جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، امام کا قرأت سے سکوت کرنا لقمہ طلب کرنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر امام نے دوسری آیت کی طرف انتقال کرلیا پھر لقمہ دیا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے کیونکہ اجازت مرحمت فرمانے والی نصوص میں اطلاق ہے۔

(بحرالرائق ،باب مایفسدالصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ،ج2،ص6،مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ،کراچی)

حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیزدار بچہ کا بھی اس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے قنیہ پھر بحر پھر ہندیہ میں ہے "وفتح المراھق کالبالغ" ترجمہ: تمیزدار بچے کا لقمہ دینا بالغ کے لقمہ کے حکم میں ہے۔

(فتاوٰی ہندیہ،باب فیما ما یفسدالصلوٰۃ ومایکرہ فیہا،ج1،ص99، نورانی کتب خانہ، پشاور)

قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنٰی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکر سلب (ختم) ہوسکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوادینا

سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیہا اسمہ﴾ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں نامِ خدا لینے سے روکے۔ (پ1،سورۂ بقرہ،آیت114)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((من اذٰی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ)) ترجمہ: جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

(مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط ،باب فیمن یتخطی رقاب الناس ،ج2،ص179،مطبوعہ دارالکتاب، بیروت)

بیشک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں وجوباً کہیں اختیاراً، جس کی تفصیل اوپر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہوگا خصوصاً اس حالت میں کہ عمرو غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فوراً فوراً صحیح بتانے کی طرف مبادرت (جلدی کرنا) واجب ہے کہ بتانا تعلیم وکلام تھا اور بضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت۔ تو اصل پر رہنا چاہئے تو عمرو نے اگر قصداً مغالطہ دیا جب تو یقیناً اس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطے کو لے گا عام ازیں کہ امام نے غلط پڑھا ہو یا صحیح، تو ایک شخص خارج از نماز کا امتثال (پیروی) یا اس سے تعلّم (سیکھنا) ہوگا اور یہ خود مفسدِ نماز ہے تو امام کی نماز (فاسد ہو) جائے گی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی، لہٰذا اس فساد کا انسداد (روکنا) فوراً واجب ہے۔

اور اگر سہواً غلط بتایا تو بظاہر حکمِ کتاب وقضیۂ دلیلِ مذکور اب بھی وہی ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں تیسیر (آسانی) فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر

نہیں اور غالباً قاری اسے لے لیتا یا اس کے امتثال (پیروی) کے لئے اوپر سے پھر عود کرتا (لوٹتا) ہے تو اگر ہر بار بحال سہو فسادِ نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والحرج مدفوع بالنص (دین میں تنگی کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔) بہرحال یہ حکم قابلِ غور ومحتاج تحریر تام ہے تو اندیشۂ فساد سے تحفظ کے لئے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو تصحیح بتانے کی طرف فوراً فوراً مبادرت (جلدی) چاہئے۔

(فتاوی رضویه ملخصاً، ج7، ص280تا286، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

حافظ کو پریشان کرنے کے لیے لقمہ دینے کا حکم

سوال: ایک امام مسجد میں تراویح پڑھتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے، امام اس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے، اب کوئی حافظ (جو کہ سامع نہیں ہے) بھی امام کو اپنے خیال کے موافق لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کرتا ہے اور امام اس شش وپنج میں پڑ جاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرض کہ امام کو کئی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہوکر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے، چنانچہ یہ بات بارہا تجربہ سے ثابت ہوچکی ہے، علاوہ ازیں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہے پر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں، اس بارے حکمِ شرعی بیان فرمادیں۔

جواب: یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہوجائے گا:

(1) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے، ردالمحتار میں ہے "یکرہ ان یفتح من ساعته" ترجمہ: فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔

(ردالمحتار، مطلب المواضع التی لایجب فیہا ردالسلام، ج1، ص623، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

ہاں اگر وہ غلطی کرکے رواں ہوجائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنی ہے جس سے نماز فاسد ہوتو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسد معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الامر بالمعروف یسقط بالایحاش کما فی الفتاوی العلمگیریة وغیرھا۔ ترجمہ: وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ساقط ہوجاتا ہے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں ہے۔

بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ اُلجھ جاتے اور کچھ حروف اس گھبراہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہوجاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

(2) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((بشروا ولاتنفروا ویسروا ولاتعسروا)) ترجمہ: لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ، آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔

(صحیح البخاری، باب ماکان علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یتخولہم بالموعظة، ج1، ص16، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقۃً یہود کے اس فعل میں داخل ہے ﴿لاتسمعوا لھذا القراٰن والغوا فیه﴾ ترجمہ: اس قرآن

کونہ سنو اس میں شور ڈالو۔ (پ24،سورہ فصلت،آیت26)

(3)اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ پر روکنا ریاء ہے اور ریاء حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

(4)جبکہ غلطی مفسدِ نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کرلیا جائے، اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیلِ ختم کے لئے حافظ اتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کرلے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح (لقمہ دینا) حقیقۃً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام ومفسد نماز، مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو مبیح (جائز) میں شک واقع ہوا اور محرم (حرام) موجود ہے لہٰذا حرام ہوا، جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے (لقمہ لے) گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی۔ تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہوسکتا۔

(5)غلطی کا مفسدِ معنی ہونا مبنائے افسادِ نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستان میں جو علماء گنے جاتے ہیں ان میں چند ہی ایسے ہوسکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہوجائیں ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقۃً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاوٰی کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ان امور سے حکمِ مسئلہ واضح ہوگیا، صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز، اور جو ریاء وتشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ مانیں تو اُن کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب۔ درمختار میں ہے ’’ویمنع کل موذ ولو بلسنانه‘‘ ترجمہ: ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے ایذا دے۔

(درمختار،باب مایفسدالصلوۃ ومایکرہ فیہا،ج 1،ص94،مطبوعہ مجتبائی،دہلی)☆(فتاوی رضویہ ملخصاً،ج7،ص286تا288،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

بیس تراویح کا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیس تراویح کا ثبوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بیس(20)تراویح

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں بیس(20)رکعتیں تراویح اور وتر ادا فرماتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصیلی فی رمضان من رکعۃ،ج 2،ص164،مکتبۃ الرشد،الریاض)☆(المعجم الکبیر للطبرانی،مقسم عن ابن عباس،ج11،ص393،مکتبہ ابن تیمیہ،القاہرہ)☆(السنن الکبری للبیہقی،باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان،ج 2،ص698، دارالکتب العلمیہ،بیروت)☆(مجمع الزوائد،باب قیام رمضان،ج 3،ص172،مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بیس(20)تراویح

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں((خَرَجَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسُ أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ

رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بثَلاثَةٍ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کی ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چوبیس رکعتیں (چار فرض اور بیس تراویح) پڑھائیں اور تین وتر پڑھائے۔

(تاریخ جرجان،باب من اسمه علی،ج1،ص317،عالم الکتب،بیروت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح پڑھائیں

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث پاک نقل کی ((أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً لَيْلَتَيْنِ فَلَمَّا كَانَ فِي اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اجْتَمَعَ النَّاسُ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ مِنْ الْغَدِ خَشِيت أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَلَا تُطِيقُوهَا)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دو دن بیس رکعت نماز تراویح کی پڑھائیں، پھر جب تیسری رات آئی لوگ نماز تراویح کے لئے آئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس نہ آئے پھر صبح ارشاد فرمایا: (میں کل اس لئے نہیں آیا تھا کہ) مجھے خوف ہوا کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے، اور پھر تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے۔

(التلخیص الحبیر،باب صلوۃ التطوع،ج2،ص53،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

صحابہ سے بیس(20)تراویح کاثبوت

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیس رکعتوں کے عمل پر اجماعِ صحابہ

صحابی رسول سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ((كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ

رَكْعَةً قَالَ:وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمَئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ)) ترجمہ: امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں رمضان کے مہینے میں لوگ بیس (20) رکعتیں ادا کیا کرتے تھے، اور اس میں مئین سورتیں (وہ سورتیں جن میں سو آیتیں ہوں) پڑھا کرتے تھے اور امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں شدتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

(السنن الکبری للبیہقی،باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان،ج 2،ص698، دارالکتب العلمیہ،بیروت)

اس روایت سے پتا چلا کہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی بیس تراویح پر عمل تھا کیونکہ اس روایت میں ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی تراویح کی وہی کیفیت تھی جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں تھی مگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ تھک جاتے تھے۔

معرفۃ السنن والآثار میں ہے ((عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ:كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ)) ترجمہ: سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ لوگ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

(معرفۃ السنن و الآثارللبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب قیام رمضان، رقم ، ج 4، ص42،جامعہ دراسات الاسلامیہ، کراچی)

امام مالک یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں ((كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً)) ترجمہ: لوگ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس (20) رکعتیں تراویح اور تین وتر ادا کیا کرتے تھے۔

(موطا امام مالک روایت ابی مصعب الزہری،باب ماجاء فی قیام رمضان،رقم 281،ج1،ص110،

موسسة الرسالة،بیروت)☆(السنن الکبری للبیہقی،باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان،ج 2،ص699،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

علامہ شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا((وَاحْتَجَّ أَصْحَابُنَا بِمَا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ بِالْإِسْنَادِ الصَّحِيحِ عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ ركعة وكانوا يقومون بالمائتين وكانوا يتوكؤون عَلَى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ)) ترجمہ: ہمارے اصحاب نے بیس رکعتوں پر اس روایت سے حجت پکڑی ہے جو امام بیہقی وغیرہ نے اسناد صحیح کے ساتھ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے،فرماتے ہیں: امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں رمضان کے مہینے میں لوگ بیس(20) رکعتیں ادا کیا کرتے تھے،اور اس میں مئین سورتیں (وہ سورتیں جن میں سو آیتیں ہوں) پڑھا کرتے تھے اور امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں شدتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

(شرح المہذب،باب صلوۃ التطوع ،ج4،ص32،دارالفکر،بیروت)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں((أن عمر بن الخطاب أمره أن يصلي بالليل في رمضان فقال:إن الناس يصومون النهار ولا يحسنون أن يقرأوا فلو قرأت عليهم بالليل، فقال:يا أمير المؤمنين هذا شيء لم يكن، فقال:قد علمت ولكنه حسن فصلى بهم عشرين ركعة)) ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان کی رات میں نماز پڑھاؤں،فرمایا: لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں، اچھے طریقے سے قراءت نہیں کرسکیں گے،تم رات کو ان پر قراءت کرو۔عرض کیا: اے امیر المؤمنین! اس سے پہلے اس طرح نہیں ہوا(یعنی باجماعت تراویح نہیں پابندی کے ساتھ نہیں پڑھی

گئی)۔فرمایا: میں جانتا ہوں،مگر یہ اچھا ہے،پس ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائیں۔(کنز العمال،صلوۃ التراویح،ج8،ص409،موسسۃ الرسالۃ،بیروت)

محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں((كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً يُطِيلُونَ فِيهَا الْقِرَاءَةَ وَيُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے اور اس میں لمبی قراءت کرتے تھے اور وتر تین پڑھتے تھے۔

(مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب وتر،باب عدد رکعات التی یقوم بها الامام،ج1، ص220،حدیث اکادمی،فیصل آباد)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں((أن عمر جمع الناس على أبي، فكان يصلي بهم عشرين ركعة))ورواه أبو داود عن شجاع بن مخلد عن هُشيم عن يونس بن عبيدٍ عن الحسن عن ابی۔ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کیا اور وہ لوگوں کو بیس(20) رکعتیں پڑھاتے تھے۔اس روایت کو امام ابوداؤد نے اس سند سے بیان کیا ہے:

عن شجاع بن مخلد عن هُشيم عن يونس بن عبيدٍ عن الحسن عن ابی۔

(جامع المسانیدوالسنن،ج1،ص86،دارخضر،بیروت)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس(20) تراویح پڑھانے کا حکم دیا

یحیی بن سعید فرماتے ہیں((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً)) ترجمہ: امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس(20) رکعتیں تراویح پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ،کم یصیلی فی رمضان من رکعة،ج2،ص163،مکتبة الرشد،الریاض)

حضرت عثمان غنی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی بیس تراویح پر عمل رہا

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے((رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ بِإِسْنَاد صَحِيح عَن السَّائِب بن يزِيد الصَّحَابِيّ، قَالَ:كَانُوا يقومُونَ على عهد عمر، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، بِعشْرين رَكْعَة، وعَلى عهد عُثْمَان وَعلي، رَضِي الله تَعَالَى عَنْهُمَا)) ترجمہ: امام بیہقی نے اسنادِ صحیح کے ساتھ سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے دور میں لوگ بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔

(عمدۃ القاری،ج5،ص267،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

فتح باب العنایہ میں ہے((انھم کان یقیمون علی عھد عمر بعشرین رکعۃ،وعلی عھد عثمان وعلی رضی اللہ عنھم)) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں میں لوگ بیس رکعتیں ادا کیا کرتے تھے۔

(فتح باب العناية شرح النقاية، كتاب الصلاة، فصل فی صلاة التراويح، ج1، ص342،ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بیس (20) تراویح پڑھانے کا حکم دیا

ابن ابی الحسناء فرماتے ہیں((أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً)) ترجمہ: امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس (20) رکعتیں تراویح پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ،کم یصیلی فی رمضان من رکعۃ،ج2،ص163،مکتبۃ الرشد،الریاض)

ابوعبدالرحمٰن سلمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں((دَعَا الْقُرَّاءَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً "قَالَ:وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُوتِرُ بِهِمْ)) ترجمہ: امیر المؤمنین مولا علی رضی اللہ عنہ رمضان میں قراء کو بلاتے اور ان میں سے کسی ایک شخص کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو بیس (20) رکعتیں پڑھائے اور مولا علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو تین وتر (خود) پڑھاتے۔

(السنن الكبرى للبيهقی،باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شھر رمضان،ج 2،ص699، دارالکتب العلمیہ،بیروت)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے لوگوں کو بیس (20) تراویح پڑھاتے تھے

عبدالعزیز بن رُفَیع فرماتے ہیں ((كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں رمضان کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح اور تین وتر پڑھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ،کم یصیلی فی رمضان من رکعۃ،ج2،ص163،مکتبۃ الرشد،الریاض)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس (20) رکعتیں پڑھاتے

زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں((كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْأَعْمَشُ:كَانَ

يُصَلِّي عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں رمضان میں نمازِ تراویح پڑھاتے، جب فارغ ہوتے تو رات (باقی) ہوتی، اَعمش کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس (20) رکعتیں تراویح پڑھاتے اور تین وتر پڑھاتے۔

(مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب وتر، باب عدد رکعات التی یقوم بها الامام، ج1، ص221، حدیث اکادمی، فیصل آباد)

تابعین سے بیس (20) تراویح کا ثبوت

مولیٰ علی کے شاگرد حضرت شتیر بن شکل بیس (20) رکعتیں پڑھتے تھے

عبداللہ بن قیس فرماتے ہیں ((عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ)) ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد) حضرت شتیر بن شکل رمضان میں بیس رکعتیں تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصیلی فی رمضان من رکعة، ج2، ص163، مکتبة الرشد، الریاض)

السنن الکبریٰ للبیہقی میں بھی ہے ((عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّهُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: حضرت شتیر بن شکل جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں رمضان میں بیس (20) رکعتوں کی امامت فرمایا کرتے اور تین وتر پڑھاتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، ج 2، ص699،

دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن ابی ملیکہ بیس (20) رکعتیں پڑھتے

نافع بن عمر فرماتے ہیں ((كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَيَقْرَأُ: بِحَمْدِ الْمَلَائِكَةِ فِي رَكْعَةٍ)) ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس (20) رکعتیں پڑھاتے اور ایک رکعت میں حمد الملائکہ پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصیلی فی رمضان من رکعة، ج2، ص163، مکتبة الرشد، الریاض)

حضرت حارث بیس (20) رکعتیں پڑھاتے

ابو اسحاق فرماتے ہیں ((عَنِ الْحَارِثِ: أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ، وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت حارث رمضان کی راتوں میں لوگوں کی بیس (20) رکعتوں کی امامت فرمایا کرتے اور تین وتر پڑھاتے، اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصیلی فی رمضان من رکعة، ج2، ص163، مکتبة الرشد، الریاض)

مولیٰ علی کے شاگرد حضرت ابوالبختری بیس (20) رکعتیں پڑھتے تھے

ربیع کہتے ہیں ((عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد) حضرت ابوالبختری رمضان میں پانچ ترویحے (بیس رکعتیں) پڑھتے اور تین وتر ادا فرماتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصیلی فی رمضان من رکعة، ج2، ص163، مکتبة الرشد، الریاض)

حضرت علی بن ربیعہ بیس(20) تراویح پڑھاتے تھے

سعید بن عبید کہتے ہیں((أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ)) ترجمہ: حضرت علی بن ربیعہ رمضان میں لوگوں کو پانچ تروحیے (بیس رکعتیں) پڑھاتے اور تین وتر پڑھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصیلی فی رمضان من رکعة، ج2، ص163، مکتبة الرشد، الریاض)

حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت سوید بن غفلہ بیس(20) رکعتوں کی امامت کرواتے تھے

ابوالخصیب کہتے ہیں((كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً)) ترجمہ: حضرت سوید بن غفلہ رمضان میں ہماری امامت کرتے اور بیس(20) رکعتیں پڑھاتے۔

(السنن الکبری للبیہقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، ج 2، ص699، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

زمانہ صحابہ وتابعین میں سب بیس(20) رکعتیں ہی ادا کرتے پائے گئے

حضرت عطا تابعی فرماتے ہیں((أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ)) ترجمہ: میں لوگوں کو بیس(20) تراویح اور تین وتر ہی پڑھتے پایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصیلی فی رمضان من رکعة، ج2، ص163، مکتبة الرشد، الریاض)

ائمہ مجتہدین، فقہاء ومحدثین سے بیس (20) تراویح کا ثبوت

جامع ترمذی میں ہے''وَأَكْثَرُ أَهْلِ العِلْمِ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ المُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ وقَالَ الشَّافِعِيُّ:وَهَكَذَا أَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً'' ترجمہ: اکثر اہل علم کے نزدیک تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، اس کے مطابق جو کہ حضرت عمر، حضرت علی اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس(20) رکعتیں ہی پڑھتے پایا۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان، ج3، ص160، مصطفی البابی، مصر)

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروق، حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیس رکعتوں کی روایات نقل کرنے کے بعد فرمایا''وَأما الْقَائِلُونَ بِهِ من التَّابِعين:فشتير بن شكل، وَابْن أبي مليكة والْحَارث الْهَمدَانِي وَعَطَاء بن أبي رَبَاح، وَأَبُو البحترى وَسَعِيد بن أبي الْحسن الْبَصْرِيّ أَخُو الْحسن وَعبد الرَّحْمَن ابْن أبي بكر وَعمْرَان الْعَبْدى، وَقَالَ ابْن عبد الْبر:وَهُوَ قَول جُمْهُور الْعلمَاء، وَبِه قَالَ الْكُوفِيُّونَ وَالشَّافِعِيّ وَأكْثر الْفُقَهَاء، وَهُوَ الصَّحِيح عَن أبي بن كَعْب من غير خلاف من الصَّحَابَة'' ترجمہ: تابعین میں سے بیس رکعتوں کے قائلین میں

سے شتیر بن شکل، ابن ابی ملیکہ، حارث ہمدانی، عطاء بن ابی رباح، ابوالبختری سعید بن ابی الحسن بصری حسن کے بھائی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عمران العبدی ہیں۔ ابن عبد البر نے کہا کہ یہی جمہور علماء کا قول ہے، اسی کے قائلین کوفی، شافعی اور اکثر فقہاء ہیں اور یہی صحابہ سے بغیر اختلاف کے ابی بن کعب سے مروی ہے۔

(عمدة القاری، ج11، ص127، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ ابن رشد مالکی نے لکھا "وَاخْتَلَفُوا فِی الْمُخْتَارِ مِنْ عَدَدِ الرَّكَعَاتِ الَّتِی يَقُومُ بِهَا النَّاسُ فِی رَمَضَانَ :فَاخْتَارَ مَالِكٌ فِی أَحَدِ قَوْلَيْهِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ، وَالشَّافِعِیُّ، وَأَحْمَدُ، وَداود :الْقِيَامَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ، وَذَكَرَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَحْسِنُ سِتًّا وَثَلَاثِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ ثَلَاثٌ" ترجمہ: رمضان میں لوگ کتنی رکعتیں ادا کریں، اس بارے میں مختار قول میں علماء نے اختلاف کیا ہے، امام مالک (ایک قول کے مطابق)، امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور امام داود رحمہم اللہ نے وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھنے کو اختیار کیا ہے، (امام مالک کا دوسرا قول جو کہ) ابن قاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ امام مالک رمضان میں چھتیس رکعات اور تین وتر پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔

(بدایة المجتہدونہایة المقتصد، الباب الخامس فی قیام رمضان، ج1، ص219، مطبوعہ دارالحدیث، القاہرہ)

یعنی آٹھ تراویح کسی امام کا مذہب نہیں۔

علامہ شرف الدین نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "مَذْهَبُنَا أَنَّهَا عِشْرُونَ رَكْعَةً بِعَشْرِ تَسْلِيمَاتٍ غَيْرَ الْوِتْرِ وَذَلِكَ خَمْسُ تَرْوِيحَاتٍ وَالتَّرْوِيحَةُ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيمَتَيْنِ هَذَا مَذْهَبُنَا وَبِهِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ وَأَحْمَدُ وَدَاوُد وَغَيْرُهُمْ وَنَقَلَهُ الْقَاضِی عِيَاضٌ عَنْ جُمْهُورِ الْعُلَمَاء"

"ترجمہ: ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی وتروں کے علاوہ دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعتیں ہیں، اور یہ اس طرح کہ تراویح میں پانچ ترویحے ہیں اور ایک ترویحے میں چار رکعتیں ہیں۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی ابوحنیفہ، ان کے اصحاب، امام احمد اور داؤد وغیرہم کا مؤقف ہے، اس کو قاضی عیاض نے جمہور علماء سے روایت کیا ہے۔

(شرح المہذب، باب صلوة التطوع، ج4، ص32، دارالفکر، بیروت)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں "وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ أَبِی عَبْدِ اللَّهِ رَحِمَهُ اللَّهُ، فِيهَا عِشْرُونَ رَكْعَةً .وَبِهَذَا قَالَ الثَّوْرِیُّ، وَأَبُو حَنِيفَةَ، وَالشَّافِعِیّ" ترجمہ: ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) کے نزدیک تراویح میں بیس رکعات ہیں، یہی سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مؤقف ہے۔

(المغنی لابن قدامہ، فصل الجماعة فی التراویح، ج2، ص123، مطبوعہ المکتبة القاہرہ)

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں "وعدده عشرون ركعة" ترجمہ: تراویح کی رکعتیں بیس ہیں۔

(حجة اللہ البالغہ، ج2، ص18)

وہابیہ کے امام ابن تیمیہ نے لکھا "فَإِنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ أُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ كَانَ يَقُومُ بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً فِی قِيَامِ رَمَضَانَ، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ .فَرَأَى كَثِيرٌ مِنْ الْعُلَمَاءِ أَنَّ ذَلِكَ هُوَ السُّنَّةُ؛ لِأَنَّهُ أَقَامَهُ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَلَمْ يُنْكِرْهُ مُنْكِرٌ" ترجمہ: بے شک یہ بات ثابت ہے کہ ابی بن کعب لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے، کثیر علماء کے نزدیک یہی سنت ہے کیونکہ ابی بن کعب نے مہاجرین اور انصار کے درمیان نماز تراویح اسی طرح پڑھائی اور انہوں نے اس کا انکار نہ کیا۔

(فتاوی ابن تیمیہ، ج2، ص250، مسئلة ہل قنوت الصبح دائماً سنة، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

بیس تراویح پر عقلی دلائل

(1) تراویح ترویحہ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں جسم کو راحت دینا، ہر چار رکعت پر جو راحت کے لیے بیٹھتے ہیں اس کا نام ترویحہ ہے، یہ عربی کا لفظ ہے اور عربی میں جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے، لفظ تراویح میں کم از کم تین ترویحے ہونے چاہئیں اور یہ آٹھ تراویح میں ہو ہی نہیں سکتے، تو تراویح کا نام ہی آٹھ رکعت کی تردید کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں ''وَالتَّرَاوِيحُ جَمْعُ تَرْوِيحَةٍ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ كَتَسْلِيمَةٍ مِنَ السَّلَامِ سُمِّيَتِ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ فِي لَيَالِي رَمَضَانَ التَّرَاوِيحَ لِأَنَّهُمْ أَوَّلَ مَا اجْتَمَعُوا عَلَيْهَا كَانُوا يَسْتَرِيحُونَ بَيْنَ كُلِّ تَسْلِيمَتَيْنِ '' ترجمہ: تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور یہ ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ سلام سے تسلیمہ ہے، جو نماز رمضان المبارک میں جماعت سے پڑھی جاتی ہے اسے تراویح کہتے ہیں کیونکہ جب ابتداء میں لوگ اسے پڑھنے لگے تو ہر دو سلاموں (چار رکعتوں) کے درمیان آرام کرتے تھے۔

(فتح الباری لابن حجر، کتاب صلوۃ التراویح، ج4، ص250، دارالمعرفۃ، بیروت)

نماز تراویح کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے ایک غیر مقلد لکھتا ہے ''اس نماز کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت کے بعد استراحت کرنے لگے، کیونکہ تراویح تریحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنی ایک بار آرام کرنے کے ہیں۔

(فتاوی علمائے حدیث، ج6، ص241)

(2) قرآن مجید کے ایک مخصوص حصہ کو رکوع کہتے ہیں، رکوع کا معنی ہے جھکنا، قرآنی رکوع کو رکوع کیوں کہتے ہیں، کتب قراءت سے معلوم ہوا، حضرت عمر وعثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما تراویح میں جس قدر قرآن پڑھ کر رکوع کر دیا کرتے تھے اس حصہ

کا نام رکوع رکھ دیا گیا، اور چونکہ تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں اور ستائیسویں رمضان کی رات کو ختم ہوتا تھا، اس لحاظ سے قرآن مجید کے کل 540 رکوع ہونے چاہیے تھے، مگر چونکہ آخر میں چھوٹی چھوٹی سورتیں ہیں تو ان میں سے ہر ایک سورت کا ایک رکوع بنا دیا گیا، اور ختم میں بعض رکعتوں میں دو سورتیں پڑھ لی جاتی تھیں، اس لیے قرآن مجید کے 557 رکوع ہوئے، اگر تراویح آٹھ ہوتیں تو رکوع 216 ہونے چاہیے تھے، قرآنی رکوعات کی تعداد بتا رہی ہے کہ تراویح بیس رکعت ہونے چاہئیں۔

(3) اس کے بیس رکعت ہونے میں یہ حکمت ہے کہ فرائض و واجبات کی اس سے تکمیل ہوتی ہے اور کل فرائض و واجب کی ہر روز بیس رکعتیں ہیں، لہٰذا مناسب کہ یہ بھی بیس ہوں کہ مکمِل و مکمَل برابر ہوں۔ درمختار میں ہے ''(وَهِيَ عِشْرُونَ رَكْعَةً) حِكْمَتُهُ مُسَاوَاةُ الْمُكَمِّلِ لِلْمُكَمَّلِ '' ترجمہ: تراویح بیس رکعتیں ہیں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مکمِل (تکمیل کرنے والا) اور مکمَل (جس کی تکمیل کی گئی ہو) کے درمیان مساوات ہو۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج2، ص45، دارالفکر، بیروت)

آٹھ رکعتوں کے قائلین کے کمزور استدلالات اور ان کے جوابات

استدلال نمبر (1): آٹھ رکعتوں کے ثبوت میں غیر مقلدین عموماً اس روایت کو پیش کرتے ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں((مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے۔

(صحیح بخاری،باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ،ج 2، ص53،دارطوق النجاۃ)

جواب نمبر (1): یہ استدلال انتہائی کمزور ہے بلکہ اس استدلال کی اس روایت میں گنجائش ہی نہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو رمضان میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی،تراویح غیر رمضان میں ہوتی ہی نہیں۔

دراصل یہاں تہجد کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی آٹھ اور تین وتر کی رکعتیں ادا فرماتے۔

امام بخاری نے جس باب کے تحت ذکر کیا اس کا عنوان بھی یہی ہے: کتاب التہجد،باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ ترجمہ: کتاب التہجد،رمضان اور غیر رمضان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو قیام کرنا۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں”آں روایت محمول بر نماز تہجد است کہ دررمضان وغیر رمضان یکساں بود غالباً بعدد یازدہ رکعات مع الوتر“ ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نماز تہجد سے متعلق ہے کہ یہی نماز رمضان اور غیر رمضان میں یکساں تھی اور وتر سمیت غالباً گیارہ رکعت ہوتی تھی۔ (فتاوی عزیزی،ج1،ص119،مطبوعہ مجتبائی ،دہلی)

جواب نمبر (2): اگر اس حدیث میں تراویح کی نماز ہی مراد ہوتی تو عمر فاروق،عثمان غنی،علی المرتضی ،ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس روایت سے استدلال کرتے ،یا کوئی ان کے سامنے پیش کرتا کہ آپ سب بیس رکعتوں پر اجماع کر رہے ہیں اور حضور آٹھ ادا فرمایا کرتے تھے،کم ازکم اس حدیث کی راویہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس روایت کو پیش کرتیں،تابعین، تبع تابعین ،ائمہ مجتہدین، محدثین،فقہاء کوئی تو اس حدیث سے استدلال کرتا اور اس کا مذہب آٹھ تراویح ہوتا۔ حیرت کی بات ہے صحابہ کرام،تابعین، تبع تابعین،ائمہ مجتہدین کسی نے اس روایت کو لے کر اپنا مذہب آٹھ تراویح نہ بنایا اور آج غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ تراویح کے بارے میں ہے۔

جواب نمبر (3): غیر مقلدین خود اس حدیث کی دوطرح مخالفت کرتے ہیں: **اولاً** حدیث میں چار چار پڑھنے کا ذکر ہے،وہ دودو کرکے تراویح پڑھتے ہیں۔**ثانیاً** اس روایت میں آٹھ رکعتیں مانیں تو وتر تین بنتے ہیں اور غیر مقلدین وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں بالخصوص غیر رمضان میں۔(اور اس روایت میں رمضان وغیر رمضان میں وتروں کی تین رکعتیں ہیں)۔

جواب نمبر (4): یہ روایت مضطرب ہے کہ اس روایت میں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کرنے والے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن ہیں، ایک روایت میں سوال کے جواب میں گیارہ رکعتیں فرماتی ہیں اور دوسری روایت تیرہ رکعتیں، ایک روایت میں چار چار کرکے پڑھنے کا بتاتی ہیں اور دوسری میں پہلے آٹھ رکعتیں پڑھنے کا بیان کرتی ہیں، پھر وتر اور دو رکعتیں۔ ابوسلمہ کہتے ہیں ((أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ:مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا)) ترجمہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کے بارے میں سوال کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان اور غیر رمضان میں 11 رکعتوں سے زیادہ نماز نہ ہوتی تھی، پہلے چار رکعت ادا کرتے، تو ان کے خشوع اور طوالت کے بارے میں مت پوچھ، پھر چار رکعت ادا کرتے، ان رکعتوں کے خشوع اور طوالت کا کیا کہنا، پھر تین رکعت ادا کرتے۔

(صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل فی رمضان ووغیرہ، ج 2، ص53، دارطوق النجاۃ)

حضرت ابوسلمہ کہتے ہیں ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ :كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ يُوتِرُ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ)) ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو

انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے (جن کی تفصیل یہ ہے کہ) پہلے آٹھ رکعتیں پڑھتے، پھر تین رکعتیں وتر کی اور پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے، جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوکر رکوع کرتے، پھر اذان اور اقامت کے درمیان صبح کی نماز کی دو رکعتیں (یعنی فجر کی سنتیں) پڑھتے۔

(صحیح مسلم، ج1، ص509، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں نو کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

لہذا حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں "قَالَ الْقُرْطُبِيُّ أَشْكَلَتْ رِوَايَاتُ عَائِشَةَ عَلَى كَثِيرٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ حَتَّى نَسَبَ بَعْضُهُمْ حَدِيثَهَا إِلَى الِاضْطِرَابِ" ترجمہ: قرطبی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کثیر اہل علم پر مشتبہ ہوگئی ہیں یہاں تک کہ بعض اہل علم نے اس حدیث کو مضطرب کہا ہے۔

(فتح الباری، ج3، ص21، دارالمعرفۃ، بیروت)

علامہ نووی نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ "وَأَمَّا الِاخْتِلَافُ فِي حَدِيثِ عَائِشَةَ فَقِيلَ هُوَ مِنْهَا وَقِيلَ مِنَ الرُّوَاةِ عَنْهَا" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو اختلاف ہے، کہا گیا کہ یہ اختلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہے اور کہا گیا کہ راویوں کی طرف سے ہے۔

(شرح نووی علی مسلم، ج6، ص18، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

استدلال نمبر (2): غیر مقلدین اس روایت سے بھی آٹھ تراویح پر استدلال کرتے ہیں: ((مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ ابْنِ أُخْتِ السَّائِبِ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ قَالَ:أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً)) ترجمہ: امام مالک نے محمد بن یوسف (جوکہ سائب کے بھانجے ہیں) سے روایت کیا، محمد بن

یوسف نے سائب بن یزید سے روایت کیا، سائب بن یزید کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔

(السنن الکبری للبیہقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، ج 2، ص698، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

جواب نمبر (1): یہ روایت مضطرب ہونے کی وجہ سے نا قابلِ استدلال ہے کیونکہ اس کے ایک راوی **محمد بن یوسف** ہیں، مؤطا میں تو ان سے گیارہ کی روایت ہے، محمد بن نصر مروزی نے انہیں **محمد بن یوسف** سے بطریق محمد بن اسحاق تیرہ رکعت کی روایت کی ہے اور امام عبدالرزاق نے انہیں **محمد بن یوسف** سے دوسری سند سے اکیس کی رکعت کی روایت کی ہے۔ امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "فَفِی الْمُوَطَّأ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ أَنَّهَا إِحْدَی عَشْرَةَ --- وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِیُّ مِنْ طَرِیقِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ فَقَالَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ فَقَالَ إِحْدَی وَعِشْرِینَ "ترجمہ: مؤطا میں سائب بن یزید سے بواسطۂ محمد بن یوسف مروی ہے کہ تراویح گیارہ رکعتیں ہیں، محمد بن نصر مروزی نے بطریق محمد بن اسحاق محمد بن یوسف سے تیرہ کی روایت کی ہے اور عبد الرزاق نے انہیں **محمد بن یوسف** سے دوسری سند سے اکیس کی رکعت کی روایت کی ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، باب فضل من قام رمضان، ج4، ص253، دارالمعرفۃ، بیروت)

ایک ہی راوی کے بیان میں اس قدر اختلاف، اسے اضطراب کہتے ہیں، لہذا یہ روایت نا قابلِ استدلال ہے۔

جواب نمبر (2): خود امام مالک ہی نے محمد بن یوسف کے بجائے بطریق یزید بن خصیفہ حضرت سائب بن یزید سے بیس رکعتیں روایت کی ہیں۔ ((وَرَوَی مَالِكٌ مِنْ طَرِیقِ یَزِیدَ بْنِ خُصَیْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ عِشْرِینَ رَكْعَةً وَهَذَا مَحْمُولٌ عَلَی غَیْرِ الْوِتْرِ)) ترجمہ: امام مالک نے بطریق یزید بن خصیفہ سائب بن یزید سے بیس رکعتیں روایت کی ہیں۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، باب فضل من قام رمضان، ج4، ص253، دارالمعرفۃ، بیروت)

اس کی سند صحیح بخاری کی سند ہے: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ یَزِیدَ بْنِ خُصَیْفَةَ، أَنَّ السَّائِبَ بْنَ یَزِیدَ۔

(صحیح بخاری، باب اقتناء الکلب للحرث، ج3، ص103، دارطوق النجاۃ)

جواب نمبر (3): محدثین نے ان روایتوں میں یوں تطبیق کی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ابتداءً وتر سمیت گیارہ رکعتیں پڑھی گئیں، پھر بیس تراویح اور تین وتروں پر اتفاق ہو گیا، یہ تطبیق بھی احناف کے مؤقف کے قریب ہے۔ سنن کبری میں ہے "وَیُمْكِنُ الْجَمْعُ بَیْنَ الرِّوَایَتَیْنِ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا یَقُومُونَ بِإِحْدَی عَشْرَةَ، ثُمَّ كَانُوا یَقُومُونَ بِعِشْرِینَ وَیُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ "ترجمہ: دونوں روایتوں میں تطبیق ممکن ہے، (وہ یہ ہے کہ) لوگ (پہلے) گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے پھر بیس رکعتیں اور تین وتر پڑھتے رہے۔

(السنن الکبری للبیہقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، ج 2، ص699، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

جواب نمبر (4): غیر مقلدین خود اس روایت کی مخالفت کرتے ہیں کہ اس میں گیارہ میں سے آٹھ تراویح مانیں تو تین وتر بنتے ہیں جبکہ غیر مقلدین ایک وتر پڑھتے ہیں۔

استدلال نمبر(3): حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں((صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرَ، فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ، وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا، فَلَمْ نَزَلْ فِيهِ حَتَّى أَصْبَحْنَا، ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا:يَا رَسُولَ اللَّهِ، اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ، وَرَجَوْنَا أَنْ تُصَلِّيَ بِنَا، فَقَالَ:إِنِّي خَشِيتُ أَوْ كَرِهْتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات اور وتر کی نماز پڑھائی، پھر اگلی رات ہم مسجد میں اس امید پر جمع ہوئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک باہر تشریف نہ لائے تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: رات ہم سب مسجد میں اس امید پر جمع تھے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام ہمیں نماز پڑھائیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اس بات کا خوف لاحق ہوا کہ کہیں تم پر وتر کی نماز فرض نہ کر دی جائے (اس وجہ سے میں نہ آیا)۔

(صحیح ابن خزیمہ،ج 2،ص138،المکتب الاسلامی،بیروت)☆(صحیح ابن حبان،ج6،ص173، موسسۃ الرسالہ،بیروت)☆(مختصر قیام اللیل وقیام رمضان،ج1،ص217،حدیث اکیڈمی، فیصل آباد)

جواب نمبر(1): یہ روایت بخاری ومسلم کی احادیث صحیحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے، کیونکہ اس روایت میں ایک رات باجماعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ بخاری ومسلم کی احادیث میں تین رات باجماعت نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے۔((فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: تیسری رات کو مسجد میں لوگ پہلے سے زیادہ جمع ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی، جب چوتھی رات آئی تو اتنے لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں سمانا مشکل ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے۔

(صحیح بخاری،باب قیام شہر رمضان،ج 2،ص694،دارطوق النجاۃ)☆(صحیح مسلم،ج1،ص524،داراحیاء التراث العربی ،بیروت)

بلکہ بخاری ومسلم کے علاوہ صحاح ستہ کی دیگر کتب میں بھی صرف ایک رات پڑھنے کا ذکر نہیں۔

جواب نمبر(2): یہ روایت صحاح ستہ میں حضرت عائشہ، حضرت ابوذر، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت انس، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے، کسی نے بھی ایک رات پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

جواب نمبر(3): اس روایت کے روایوں میں یعقوب قمی اور عیسیٰ بن جاریہ ہیں اور قیام اللیل میں محمد بن حمید بھی ہے، ان پر شدید جرح کی گئی ہے، لہذا یہ روایت اس وجہ سے بھی ضعیف اور ناقابلِ استدلال ہے۔

نوٹ :ان راویوں پر جرح کی تفصیل کے لیے ''بیس تراویح'' از مولانا کاشف اقبال مدنی مطالعہ کریں۔

استدلال نمبر(4): حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں((جَاءَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ،قَالَ:وَمَا ذَاكَ يَا أُبَيُّ؟ قَالَ:نِسْوَةٌ دَارِي قُلْنَ إِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّي خَلْفَكَ بِصَلَاتِكَ،فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَالْوِتْرَ،فَسَكَتَ عَنْهُ وَكَانَ شِبْهَ الرِّضَاءِ)) ترجمہ: ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ

میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ رات کو میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کیا واقعہ ہے؟ عرض کیا: میرے گھر کی عورتوں نے مجھے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں لہذا ہم تمہارے پیچھے نماز پڑھیں گیں، میں نے انہیں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھا دئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے، اور یہ رضا کی دلیل ہے۔ (مختصر قیام اللیل وقیام رمضان، ج1، ص217، حدیث اکیڈمی، فیصل آباد)

جواب نمبر (1): اس روایت کی سند ماقبل روایت کی سند کی طرح ہے اور اس کے بارے میں ماقبل میں بیان ہوا کہ اس روایت کے روایوں میں محمد بن حمید یعقوب قمی اور عیسیٰ بن جاریہ ہیں، ان پر شدید جرح کی گئی ہے، لہذا یہ روایت اس وجہ سے ضعیف اور نا قابلِ استدلال ہے۔

جواب نمبر (2): غیر مقلدین سے جب بھی کسی مسئلہ پر گفتگو ہو تو بخاری ومسلم کا حوالہ مانگتے ہیں اور خود بخاری ومسلم تو دور کی بات ہے صحاح ستہ کی روایت بھی پیش نہیں کرسکے، اور پیش وہ روایت کررہے ہیں جس کے تین راویوں پر شدید جرح ہے۔

آٹھ رکعت کی کل عمر 149سال ھے

1284ھ سے پہلے پوری امت مسلمہ میں رمضان میں آٹھ رکعت باجماعت تراویح پڑھنے کا کسی کا بھی مذہب نہیں تھا، 1284ھ میں ہندستان کے شہر اکبر آباد میں جب سب سے پہلے آٹھ تراویح کا فتوی دیا گیا تو یہ ایک ایسی بدعت سیئہ تھی کہ سنی تو سنی غیر مقلد بھی اس کو ہضم نہ کرسکے، جن اٹھارہ مفتیوں نے اس کے خلاف

فتوی دیا ان میں ایک غیر مقلد فیض احمد کا فتوی بھی شامل تھا، اس میں اس نے لکھا کہ بیس رکعت کا مخالف مبتدع (بدعتی) ہے، پھر 1290ھ میں پنجاب میں سب سے پہلے آٹھ رکعت کا فتوی ایک غیر مقلد محمد حسین بٹالوی نے دیا، تو اس کے رد کرنے والوں میں ایک نذیر حسین دہلوی کا شاگرد غلام رسول غیر مقلد بھی تھا، جس نے اس کے خلاف فارسی میں پورا رسالہ لکھا۔

(بیس تراویح بحوالہ الحیات بعد الممات، ص359، طبع سانگلہ ہل، تاریخ اہل حدیث، ص300، طبع سرگودھا)

غیر مقلد غلام رسول نے محمد حسین بٹالوی کا رد کرتے ہوئے لکھا ''فعل صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ وفعل سواد اعظم مسلمین شرقاً غرباً از عہد فاروق تا ایں وقت ہمہ بیست میخوانند بخلاف ایں مفتی غالی کہ بدعت ومخالف سنت میگوید وراہ افراط می پوید'' ترجمہ: صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک مشرق ومغرب میں مسلمانوں کے سواد اعظم کا بیس (20) تراویح پر عمل ہے بخلاف اس غالی مفتی (محمد حسین بٹالوی) کے کہ اس کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کے راستہ پر دوڑتا ہے۔

(رسالہ تراویح، ص41، انجمن اسلامیہ، گکھڑ)

حیرت کی بات ہے کہ آٹھ تراویح کی جس بدعت کے نکالنے پر غیر مقلدین چیخ اٹھے، آٹھ کا رد اور بیس تراویح کا اثبات کیا، نجانے کیسے آہستہ آہستہ آٹھ تراویح ان کے مذہب کا حصہ بلکہ امتیازی نشان بن گئیں۔ شاید انہوں نے اپنے مذہب کے تین بنیادی اصولوں پر غور کیا ہوگا اور آٹھ تراویح کے اختیار کرنے کو ان اصولوں کے قریب

پایا ہوگا اسی لیے اسے مذہب کا حصہ بنا دیا، وہ تین اصول یہ ہیں: (1) مسلمانوں کے راستہ سے الگ راستہ اختیار کرنا (2) شرارت وفتنہ (3) نفس کی آسانی۔

جی ہاں آپ غور کرتے جائیں تو آپ کو غیر مقلدین کے تقریباً ہر مسئلہ میں یہ تینوں باتیں نظر آئیں گی، مثلاً ان کے نزدیک تین طلاقیں ایک مجلس میں دے دیں تو ایک شمار ہوگی، منی پاک ہے، دو مٹکوں کی مقدار پانی میں نجاست گر جائے تو پاک رہے گا، پاؤں دھونے کے بجائے جرابوں پر مسح کر لیں، سفر میں ایک وقت میں نمازیں جمع کرنا جائز ہے، وتر تین کے بجائے ایک رکعت ہے، عورتوں کے زیور پر کوئی زکوۃ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''غیر مقلد دراصل اپنی خواہش نفس کے مقلد ہیں اس لیے انہیں اہل ہوا یعنی ہوا پرست کہا جاتا ہے، جس میں نفس کو آرام ملے وہی ان کا مذہب۔'' (جاء الحق، ص759، مکتبہ غوثیہ، کراچی)

غیر مقلدوں سے بیس سوالات

یہ وہ بیس سوالات ہیں جو کہ محدث اعظم پاکستان مفتی سردار احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور کے غیر مقلدین کے امام مولوی ثناء اللہ امرتسری سے کئے جن کا آج تک نہ تو ان کی طرف سے اور نہ ہی ان کے ماننے والوں کی جانب سے جواب آیا ہے۔

سوال نمبر1: بیس رکعت تراویح پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

سوال نمبر 2: اگر کوئی اہل حدیث (غیر مقلد) بیس تراویح پڑھے یہ جان کر کہ آئمہ واصحابہ کرام کا اس پر عمل تھا تو وہ اہل حدیث (غیر مقلد) گناہ گار ہوگا یا نہیں، اور وہ اہل حدیث بیس تراویح پڑھنے سے اہل حدیث رہے گا یا نہیں؟

سوال نمبر3: ایک اہل حدیث (غیر مقلد) آٹھ تراویح پڑھے اور

دوسرا اہل حدیث بیس تراویح پڑھے تو زیادہ ثواب کس کو ملے گا؟

سوال نمبر 4: تراویح کی کیا معنی ہیں شرعاً اس کا اطلاق کم از کم کتنی رکعات پر حقیقۃً ہوسکتا ہے؟

سوال نمبر5: نماز تہجد کا وقت کیا ہے اور نماز تراویح کا وقت کیا ہے؟

سوال نمبر 6: نماز تہجد کب شروع ہوئی اور نماز تراویح کب مسنون ہوئی؟

سوال نمبر7: نماز تہجد رمضان/غیر رمضان میں ہے یا نہیں؟

سوال نمبر8: نماز تراویح صرف رمضان میں ہے یا نہیں؟

سوال نمبر 9: ہند کے اہل حدیث کہلانے والوں کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی ایک ختم قرآن تراویح میں اور ایک ختم تہجد میں سنتے تھے جیسا کہ غیر مقلدین میں مشہور ہے لہذا اگر تراویح اور تہجد ایک نماز ہے تو مولوی نذیر حسین دہلوی ان دونوں کو الگ الگ پڑھ کر بدعت فی الدین کے مرتکب ہوئے یا نہیں اور رمضان میں تہجد جماعت کے ساتھ پڑھنا اور اس میں ختم قرآن مجید سننا اہل حدیث کے نزدیک بدعت ہے یا سنت ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے؟

سوال نمبر 10: صحاح ستہ یا دیگر کتب حدیث میں کیا حدیث صحیح الاسناد بالاتفاق صریح الدلالۃ مرفوع متصل ہے، جس کا یہ مضمون ہو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں 8 رکعت تراویح پڑھی ہیں۔

سوال نمبر 11: حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ماہ رمضان المبارک میں کتنی تراویح پڑھی ہیں، جس حدیث میں اس کا ذکر ہے، اس میں تعداد رکعت بیان کی ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر 12: پورے رمضان میں تراویح پڑھنا کس کی سنت فعلی ہے، صحابہ کی سنت پر عمل کرنا سنت ہے یا نہیں؟

سوال نمبر 13: بخاری ومسلم بلکہ صحاح ستہ میں تہجد کی کتنی رکعت مذکور ہیں، ہمیشہ آٹھ رکعت کم یا زیادہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایات میں کتنی رکعت کا بیان ہے؟

سوال نمبر 14: صحاح ستہ میں کسی کتاب میں اکثر اہل علم جمہور صحابہ وتابعین کا تراویح کے متعلق کیا عمل بتایا ہے۔ بیس رکعت یا کم یا زیادہ، حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر جمہور امت کا کیا عمل بتایا ہے؟

سوال نمبر 15: کتب حدیث میں بیس تراویح کے متعلق حدیثیں ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر 16: کسی حدیث کے اسناد میں اگر بعض ضعف ہو تو جمہور امت کے تلقی بالقبول کرنے سے وہ حدیث حجت قابل عمل رہتی ہے یا نہیں؟

سوال نمبر 17: صحابہ کرام کے جس قول وفعل میں اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ حکم میں مرفوع کے ہے یا نہیں، اصول حدیث میں اس کے متعلق کیا فیصلہ ہے؟

سوال نمبر 18: اگر حدیث کا ایسا اسناد ہو کہ بعد کے طبقہ کا ایک راوی ضعیف ہو تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ اس طبقہ سے پہلے محدثین کے نزدیک بھی وہ حدیث ضعیف ہو؟

سوال نمبر 19: کیا کسی حدیث کے اسناد صحیح ہونے سے یہ ضروری ہے کہ اس کے متن حدیث پر عمل کیا جائے۔ یا کسی حدیث کے محض اسناد ضعیف ہونے

سے لازم آتا ہے کہ وہ حدیث قابل عمل نہ ہو؟

سوال نمبر 20: شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تراویح کی کتنی رکعت بتاتے ہیں؟ ابن تیمیہ نے تراویح کے عدد رکعت کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟ حضور سیدنا قطب الاقطاب غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اور محدث نووی شارح مسلم شریف کتنی تراویح کو مسنون فرماتے ہیں؟

(فتاوی محدث اعظم، ص70تا73، بزم رضا اکیڈمی، فیصل آباد)

احکامِ اعتکاف
مع
فضائل اعتکاف

فضائل اعتکاف

سوال: اعتکاف کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: اعتکاف کے بہت سارے فضائل میں سے چند درج ذیل ہیں:

اعتکاف سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی فضیلت تو یہ ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے۔

(صحیح بخاری، باب اعتکاف العشر الأوخر، ج3، ص47، مطبوعه دارطوق النجاة)

ان ہی الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت موجود ہے۔

(صحیح مسلم، باب اعتکاف العشر الأوخر من رمضان، ج 2، ص830، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

دو حج اور دو عمروں کا ثواب

جو رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرے اسے دو حج اور دو عمرے کا ثواب ملتا ہے، چنانچہ بیہقی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ)) ترجمہ: جس نے رمضان میں دس (10) دنوں کا اعتکاف کر لیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے۔

(شعب الایمان، باب فی الاعتکاف، ج5، ص436، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

نہ کر سکنے والی نیکیوں کا ثواب ملنا

معتکف گناہوں سے بھی بچا رہتا ہے اور جو نیکیاں اعتکاف کی وجہ سے نہیں کرسکتا (مثلاً جنازہ میں شرکت، عیادت وغیرہ) ان کا ثواب بھی اسے ملتا رہتا ہے۔ ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا ((هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ، وَيُجْرَى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا)) ترجمہ: وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اُسے اُس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اُس نے تمام نیکیاں کیں۔

(ابن ماجہ، باب فی ثواب الاعتکاف، ج1، ص567، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

پچھلے گناہوں کی بخشش

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((من اعتكف ايماناً واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه)) ترجمہ: جس شخص نے ایمان اور اخلاص کے ساتھ اعتکاف کیا تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (الجامع الصغیر، ج2، ص401، مکتبة الامام الشافعی، الریاض)

جہنم سے تین خندقیں دور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((وَمن اعْتكف يَوْمًا ابْتِغَاء وَجه الله جعل الله بَينه وَبَين النَّار ثَلَاث خنادق أبعد مِمَّا بَين الْخَافِقين)) ترجمہ: جو شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا وخوشنودی کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے اور جہنّم کے درمیان تین خَندَقیں حائل کردے گا جن کی مَسافَت مشرِق ومغرِب کے فاصلے سے بھی زیادہ

ہوگی۔ (الدرالمنثور، ج1، ص486، دارالفکر، بیروت)

رحمٰن کی بارگاہ میں

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ((إِنَّ مَثَلَ الْمُعْتَكِفِ مَثَلُ الْمُجرِمِ أَلْقَى نَفْسَهُ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَبْرَحُ حَتَّى ترحمني)) ترجمہ: معتکف کی مثال اس مجرم کی سی ہے جس نے اپنے آپ کو رحمٰن کی بارگاہ میں حاضر کردیا ہو اور عرض کررہا ہو کہ خدا کی قسم میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تو مجھ پر رحم نہیں کرے گا۔

(شعب الایمان، باب فی الاعتکاف، ج5، ص437، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

ہر دن حج کا ثواب

سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں ((بُلِّغْتُ عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: لِلْمُعْتَكِفِ كُلَّ يَوْمٍ حَجَّةٌ)) ترجمہ: مجھ تک حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ معتکف کے لیے ہر دن میں حج کا ثواب ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الاعتکاف، ج5، ص437، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

اعتکاف کی تعریف وشرائط

اعتکاف کسے کہتے ہیں؟

سوال: اعتکاف کسے کہتے ہیں؟

جواب: مسجد میں اللہ (عزوجل) کے لیے نیّت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''فَھُوَ اللَّبْثُ فِی الْمَسْجِدِ مَعَ نِیَّۃِ الِاعْتِکَافِ کَذَا فِی النِّھَایَۃِ'' ترجمہ: مسجد میں اعتکاف کی نیت کے ساتھ ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص211،دارالفکر،بیروت)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مسجد میں اللہ (عزوجل) کے لیے نیّت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے۔''

(بہار شریعت،حصہ5،ص1020،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

اعتکاف بیٹھنے کی شرائط

سوال: اعتکاف بیٹھنے کے لیے کیا شرائط ہیں؟

جواب: اعتکاف کا مسجد میں ہونا اور اعتکاف کی نیت کا ہونا شرط ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ اعتکاف کی نیت کرنے والا مسلمان، عاقل اور جنابت وحیض ونفاس سے پاک ہو۔ درمختار مع ردالمحتار میں ہے'' وَالْکَوْنُ فِی الْمَسْجِدِ وَالنِّیَّۃُ مِنْ مُسْلِمٍ عَاقِلٍ طَاھِرٍ مِنْ جَنَابَۃٍ وَحَیْضٍ وَنِفَاسٍ شَرْطَانِ(أَنَّ الطَّھَارَۃَ مِنَ الثَّلَاثَۃِ شَرْطٌ لِلْحِلِّ وَمِنَ الْأَوَّلَیْنِ شَرْطٌ لِلصِّحَّۃِ أَیْضًا) ''ترجمہ: اعتکاف کی دو شرطیں ہیں (1) مسجد میں ہونا (2) نیت کا ہونا بشرطیکہ کہ نیت کرنے والا مسلمان، عاقل جنابت ،حیض اور نفاس سے پاک ہو۔

تین چیزوں سے طہارت اعتکاف کے حلال ہونے کے لئے شرط ہے جبکہ حیض ونفاس سے طہارت اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے بھی شرط ہے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار،ج،2ص441،دارالفکر،بیروت)

کیا اعتکاف کے لیے بالغ ہونا شرط ہے؟

سوال: کیا اعتکاف کے لیے بالغ ہونا شرط ہے؟

جواب: بلوغ شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے۔ شامی میں ہے''(ولو ممیزاً) فَالْبُلُوْغُ لَیْسَ بِشَرْطٍ کَمَا فِی الْبَحْرِ عَنِ الْبَدَائِعِ'' ترجمہ: اعتکاف کے لیے بلوغت شرط نہیں جیسا کہ بحر میں بدائع کے حوالہ سے ہے۔ (ردالمحتار،ج،2ص440،دارالفکر،بیروت)

کیا اعتکاف کے لیے باوضو ہونا شرط ہے؟

سوال: کیا اعتکاف کے لیے باوضو ہونا شرط ہے؟

جواب: جی نہیں! اعتکاف کے لیے وضو ضروری نہیں۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''بہت عبادات بدنیہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں، جیسے یاد پر (زبانی) تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور نہیں۔'' (فتاوی رضویہ،ج10،ص557،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

مردوں کا میدان میں اعتکاف کرنا کیسا؟

سوال: کیا تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں مردوں کا اعتکاف میدان میں ہوسکتا ہے؟

جواب: میدان میں اعتکاف نہیں ہوسکتا کہ مرد کے اعتکاف کے لیے مسجد

شرط ہے۔اللہ تعالی ارشادفرماتا ہے۔﴿ولاتباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد﴾ اورعورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔

(پ2سورۃ البقرۃ آیت187)

اس کے تحت صدرالا فاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''مردوں کے اعتکاف کے لئے مسجد ضروری ہے۔''

(خزائن العرفان، ص53،مطبوعہ ضیاء القرآن،لاہور)

بحرالرائق میں ہے''والکون فی المسجد والنیۃ شرطان للصحۃ ''مسجد میں ہونا اور نیت کرنا اعتکاف کی صحت کی دو شرطیں ہیں۔

(بحر الرائق، ج2،ص522،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

درمختار میں بھی ایسا ہی ہے۔

(الدرالمختارمع ردالمحتار،ج،2ص441،دارالفکر،بیروت)

اعتکاف کس مسجد میں ہوسکتا ہے؟

سوال: کیا اعتکاف کے لیے ایسی مسجد ہونا شرط ہے جس میں جمعہ یا جماعت ہوتی ہو؟

جواب: اعتکاف مطلقاً ہر مسجد میں ہوسکتا ہے،اس کے لیے جامع مسجد یا جماعت والی مسجد ہونا شرط نہیں۔صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں''مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہوسکتا ہے۔مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں، اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو،خصوصاً اس زمانہ میں کہ بہتیری مسجدیں ایسی ہیں جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔''

(بہار شریعت،حصہ5،ص1020،مکتبۃ المدنیہ، کراچی)

کس مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے؟

سوال: کس مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے؟

جواب: سب سے افضل مسجد حرم شریف میں اعتکاف ہے پھر مسجد نبوی میں علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پھر مسجد اقصیٰ میں پھر اُس میں جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔

جوہرہ نیرہ میں ہے''وَأَفْضَلُ الِاعْتِكَافِ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لِأَنَّهُ مَأْمَنُ الْخَلْقِ وَمَهْبِطُ الْوَحْيِ وَمَنْزِلُ الرَّحْمَةِ ثُمَّ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لِأَنَّهُ أَفْضَلُ الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ثُمَّ فِي مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ فِي الْمَسَاجِدِ الَّتِي كَثُرَ جَمَاعَتُهَا فَكُلُّ مَسْجِدٍ كَثُرَتْ جَمَاعَتُهُ فَهُوَ أَفْضَلُ ''سب سے افضل اعتکاف مسجد حرام میں ہے کیونکہ وہ مخلوق کے امن،وحی کے اترنے اور رحمتوں کے نزول کی جگہ ہے،اس کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعتکاف افضل ہے کیونکہ مسجد حرام کے بعد سب سے افضل مسجد نبوی ہے، پھر مسجد اقصیٰ اور پھر وہ مسجد جہاں کی جماعت کثیر ہے کہ ہر وہ مسجد جس کی جماعت کثیر ہو وہ افضل ہے۔

(الجوہرۃ النیرہ،ج1،ص146،المطبعۃ الخیریہ)

اعتکاف کی اقسام اور ان کے احکام

اعتکاف کی قسمیں

سوال: اعتکاف کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اعتکاف تین قسم ہے۔

(1) **واجب:** کہ اعتکاف کی منّت مانی یعنی زبان سے کہا، محض دل میں ارادہ سے واجب نہ ہوگا۔

(2) **سنت مؤکدہ:** کہ رمضان کے پورے عشرہ اخیرہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے۔

(3) **مستحب:** ان دو کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب و سنت غیر مؤکدہ ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَيَنْقَسِمُ إِلَى وَاجِبٍ، وَهُوَ الْمَنْذُورُ تَنْجِيزًا أَوْ تَعْلِيقًا، وَإِلَى سُنَّةٍ مُؤَكَّدَةٍ، وَهُوَ فِي الْعَشْرِ الْأَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَإِلَى مُسْتَحَبٍّ، وَهُوَ مَا سِوَاهُمَا هَكَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ'' ترجمہ: اعتکاف کی اقسام میں سے ایک واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ اعتکاف کی نذر مانی جائے خواہ وہ نظر فوراً وقوع کی ہو یا اس کو معلق کیا ہو، اور اس کی دوسری قسم سنت مؤکدہ ہے، اور وہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے، اور تیسری قسم مستحب ہے جو کہ ان دونوں سے ماسوا ہے، اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ، ج1، ص211، دارالفکر، بیروت)

اعتکاف سنتِ عین ہے یا سنتِ کفایہ؟

سوال: اعتکاف سنتِ عین ہے یا سنتِ کفایہ؟

جواب: یہ اعتکاف سنتِ کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے

مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کرلیا تو سب بری الذمہ ہوجائیں گے۔ درمختار میں ہے ''(وَسُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ فِي الْعَشْرِ الْأَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ) أَيْ سُنَّةُ كِفَايَةٍ كَمَا فِي الْبُرْهَانِ وَغَيْرِهِ'' ترجمہ: رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، یعنی سنت علی الکفایہ جیسا کہ برہان وغیرہ میں ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص442، دارالفکر، بیروت)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کرلیا تو سب بری الذمہ۔'' (بہار شریعت، حصہ5، ص1021، مکتبۃ المدنیہ، کراچی)

کیا سنت اعتکاف دس دن سے کم ہوسکتا ہے؟

سوال: کیا سنتِ اعتکاف پورے دس دن ہے یا اس سے کم بھی ہوسکتا ہے؟

جواب: پورے عشرۂ اخیرہ (چاہے نو دن ہوں یا دس دن) کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے، ایک دن بھی کم ہوا تو سنت اعتکاف نہیں ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے ''المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه'' سنّت اعتکاف وُہ رمضان کا پورا عشرہ ہے۔ (ردالمحتار، باب الاعتکاف، ج2، ص143، مصطفٰے البابی، مصر)

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اعتکاف عشرہ اخیرہ کی سنتِ مؤکدہ علیٰ وجہ الکفایہ ہے، جس پر حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت ومداومت (ہمیشگی) فرمائی پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے، ایک روز بھی کم ہوتو سنّت ادا نہ ہوگی، ہاں اعتکافِ نفل کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے، اگرچہ بے روزہ ہو۔ ولہذا چاہئے کہ جب نماز کو مسجد

میں آئے نیتِ اعتکاف کرلے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہوجائے گی۔''

(فتاوی رضویہ، ج10، ص654، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

سوال: بعض سنت اعتکاف کرنے والے تیس رمضان کی عصر کو مسجد سے نکل جاتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر انتیس کو چاند نظر نہ آیا تو تیس کے سورج غروب ہونے کے بعد ہی نکلے اگر عصر میں مسجد سے نکلا (اگرچہ عصر کے وقت چاند نظر آجائے) تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''بیسویں رمضان کو سورج ڈوبتے وقت بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ہو اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیّت اعتکاف کی تو سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی۔''

(بہارشریعت، حصہ5، ص1021، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مستحب اعتکاف کے لئے کیا روزہ ضروری ہے؟

سوال: اعتکافِ مستحب کے لیے کیا روزہ ضروری ہے، اور اس کا وقت کون سا ہے؟

جواب: اعتکافِ مستحب کے لیے نہ روزہ شرط ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر، بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیّت کی، جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے، چلا آیا اعتکاف ختم ہوگیا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے'' إِنَّ الصَّوْمَ لَيْسَ بِشَرْطٍ فِي التَّطَوُّعِ، وَلَيْسَ لِأَقَلِّهِ تَقْدِيرٌ عَلَى الظَّاهِرِ حَتَّى لَوْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَنَوَى الِاعْتِكَافَ إِلَى أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ صَحَّ هَكَذَا فِي التَّبْيِين ''ترجمہ: نفلی اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے اور نہ ہی قولِ ظاہر میں اس کی کوئی کم از کم مقدار مقرر

ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نکلنے تک اعتکاف کی نیت کرلی تو اعتکاف ہوجائے گا۔ اسی طرح تبیین میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، ج1، ص211، دارالفکر، بیروت)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ بغیر محنت ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیّت کر لینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے، اسے تو نہ کھونا چاہیے۔ مسجد میں اگر دروازہ پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ اعتکاف کی نیّت کرلو، اعتکاف کا ثواب پاؤ گے تو بہتر ہے کہ جو اس سے ناواقف ہیں انھیں معلوم ہوجائے اور جو جانتے ہیں اُن کے لیے یاددہانی ہو۔''

(بہار شریعت، حصہ5، ص1021، مکتبۃ المدنیہ، کراچی)

کیا سنت اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے؟

سوال: کیا سنت اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے؟

جواب: اعتکافِ سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے، لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔ ردالمحتار میں ہے'' وَمُقْتَضَى ذَلِكَ أَنَّ الصَّوْمَ شَرْطٌ أَيْضًا فِي الِاعْتِكَافِ الْمَسْنُونِ لِأَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِالْعَشْرِ الْأَخِيرِ حَتَّى لَوْ اعْتَكَفَهُ بِلَا صَوْمٍ لِمَرَضٍ أَوْ سَفَرٍ، يَنْبَغِي أَنْ لَا يَصِحَّ عَنْهُ بَلْ يَكُونَ نَفْلًا فَلَا تَحْصُلُ بِهِ إِقَامَةُ سُنَّةِ الْكِفَايَةِ ''ترجمہ: اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ روزہ سنت اعتکاف میں بھی شرط ہے کیونکہ سنت اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ ہی میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے مرض یا سفر کی وجہ سے بغیر روزہ کے اعتکاف کیا تو چاہیے کہ اس کا سنت اعتکاف صحیح نہ ہو بلکہ وہ نفلی ہوجائے گا، اس طرح کے اعتکاف سے

سنت کفایہ ادا نہ ہوگی۔ (ردالمحتار،ج،2ص442،دارالفکر،بیروت)

کیا منت کے اعتکاف کے لیے بھی روزہ شرط ہے؟

سوال: کیا منت کے اعتکاف کے لیے بھی روزہ شرط ہے؟

جواب: منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہوسکتا اور اگر یوں کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھا چکا ہے تو منت صحیح نہیں۔ درمختار میں ہے''(وَشُرِطَ الصَّوْمُ) لِصِحَّةِ (الْأَوَّلِ) اتِّفَاقًا (فَقَطْ) عَلَى الْمَذْهَبِ (فَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ لَيْلَةٍ لَمْ يَصِحَّ) وَإِنْ نَوَى مَعَهَا الْيَوْمَ لِعَدَمِ مَحَلِّيَّتِهَا لِلصَّوْمِ أَمَّا لَوْ نَوَى بِهَا الْيَوْمَ صَحَّ وَالْفَرْقُ لَا يَخْفَى (بِخِلَافِ مَا لَوْ قَالَ) فِي نَذْرِهِ لَيْلًا وَنَهَارًا (فَإِنَّهُ يَصِحُّ وَ) إِنْ لَمْ يَكُنِ اللَّيْلُ مَحِلًّا ''ترجمہ: فقط پہلے (منت والے) کے صحیح ہونے کے لئے مذہب میں بالاتفاق روزہ شرط ہے، پس جس نے رات کے اعتکاف کی منت مانی تو اعتکاف صحیح نہ ہوگا اگرچہ اس کے ساتھ دن میں اعتکاف کی نیت بھی شامل کرلے رات کے روزہ کا محل نہ ہونے کی وجہ سے، اور اگر دن کے ساتھ اعتکاف کی اکٹھی نیت کی تو صحیح ہے فرق مخفی نہیں ہے، بخلاف اس کے کہ اگر کسی نے اپنی منت میں دن اور رات کو شامل کیا تو یہ صحیح ہے اگرچہ رات روزہ کا محل نہیں ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار،ج،2ص442،دارالفکر،بیروت)

اس کے تحت شامی میں ہے''(وَشُرِطَ الصَّوْمُ لِصِحَّةِ الْأَوَّلِ) أَيِ النَّذْرِ حَتَّى لَوْ قَالَ:لِلَّهِ عَلَيَّ أَنْ أَعْتَكِفَ شَهْرًا بِغَيْرِ صَوْمٍ فَعَلَيْهِ أَنْ يَعْتَكِفَ وَيَصُومَ

بَحْرٌ عَنِ الظَّهِيرِيَّةِ (قَوْلُهُ عَلَى الْمَذْهَبِ) رَاجِعٌ لِقَوْلِهِ فَقَطْ وَهُوَ رِوَايَةُ الْأَصْلِ وَمُقَابِلُهُ رِوَايَةُ الْحَسَنِ أَنَّهُ شَرْطٌ لِلتَّطَوُّعِ أَيْضًا'' ترجمہ: پہلے اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے روزہ شرط ہے یعنی نذر اعتکاف کے لئے، یہاں تک کہ اگر کسی نے کہا :اللہ کے لئے مجھ پر ایک مہینہ بغیر روزہ کے اعتکاف ہے تو اس پر لازمی ہے کہ وہ اعتکاف بھی کرے اور روزہ بھی رکھے، یہ بحر میں ظہیریہ کے حوالے سے منقول ہے، علی المذہب کا قول فقط کی طرف راجع ہے، اور یہ اصل کی روایت ہے، اس کے مقابلے میں حسن کی روایت یہ ہے کہ نفلی اعتکاف کے لئے بھی روزہ شرط ہے۔

(ردالمحتار،ج،2ص442،دارالفکر،بیروت)

یوہیں اگر ضحوہ کبریٰ کے بعد منت مانی اور روزہ نہ تھا تو یہ منت صحیح نہیں کہ اب روزہ کی نیّت نہیں کرسکتا، بلکہ اگر روزہ کی نیّت کرسکتا ہو مثلاً ضحوہ کبریٰ سے قبل جب بھی منت صحیح نہیں کہ یہ روزہ نفل ہوگا اور اس اعتکاف میں روزہ واجب درکار۔

(بہارِ شریعت،حصہ5،ص1022،مکتبۃ المدنیہ،کراچی)

اگر رمضان میں اعتکاف کی منت مانی تو کیا اس کے روزے علیحدہ رکھنے ہوں گے؟

سوال: اگر رمضان میں منت مانی تو رمضان کے روزے کفایت کریں گے یا اعتکاف کے لیے علیحدہ روزے رکھنے پڑھیں گے؟

جواب: یہ ضرور نہیں کہ خاص اعتکاف ہی کے لیے روزہ ہو بلکہ روزہ ہونا ضروری ہے، اگرچہ اعتکاف کی نیّت سے نہ ہو مثلاً اس رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تو وہی رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی ہیں اور اگر رمضان کے روزے تو رکھے مگر اعتکاف نہ کیا تو اب ایک ماہ کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ

اعتکاف کرے اور اگر یوں نہ کیا یعنی روزے رکھ کر اعتکاف نہ کیا اور دوسرا رمضان آ گیا تو اس رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی نہیں۔

یوہیں اگر کسی اور واجب کے روزے رکھے تو یہ اعتکاف ان روزوں کے ساتھ بھی ادا نہیں ہوسکتا، بلکہ اب اُس کے لیے خاص اعتکاف کی نیّت سے روزے رکھنا ضروری ہے اور اگر اس صورت میں کہ رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تھی نہ روزے رکھے، نہ اعتکاف کیا اب ان روزوں کی قضا رکھ رہا ہے تو ان قضا روزوں کے ساتھ وہ اعتکاف کی منت بھی پوری کرسکتا ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَيُشْتَرَطُ وُجُودُ ذَاتِ الصَّوْمِ لَا الصَّوْمُ بِجِهَةِ الِاعْتِكَافِ حَتَّى إنَّ مَنْ نَذَرَ بِاعْتِكَافِ رَمَضَانَ صَحَّ نَذْرُهُ كَذَا فِي الذَّخِيرَةِ۔فَإِنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَلَمْ يَعْتَكِفْ كَانَ عَلَيْهِ أَنْ يَقْضِيَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ آخَرَ مُتَتَابِعًا وَيَصُومَ فِيهِ هَكَذَا فِي الْمُحِيطِ۔وَإِنْ لَمْ يَعْتَكِفْ حَتَّى دَخَلَ رَمَضَانُ آخَرُ فَاعْتَكَفَ فِيهِ لَمْ يُجْزِئْهُ؛ لِأَنَّ الصَّوْمَ صَارَ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهِ لَمَّا فَاتَ عَنْ وَقْتِهِ وَصَارَ مَقْصُودًا بِنَفْسِهِ وَالْمَقْصُودُ لَا يَتَأَدَّى بِغَيْرِهِ حَتَّى لَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ ثُمَّ اعْتَكَفَ رَمَضَانَ لَا يُجْزِيهِ، وَلَوْ أَفْطَرَ وَقَضَى صَوْمَ الشَّهْرِ مَعَ الِاعْتِكَافِ أَجْزَأَهُ؛ لِأَنَّ الْقَضَاءَ مِثْلُ الْأَدَاءِ هَكَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ وَالْخُلَاصَةِ ''ترجمہ:اعتکاف کی لئے روزہ کا وجود شرط ہے، یہ ضروری نہیں کہ روزہ اعتکاف کی جہت سے ہو، یہاں تک کہ جس نے رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تو اس کی منت صحیح ہے،اسی طرح ذخیرہ میں ہے، پھر اگر کسی نے رمضان کے روزے تو رکھے لیکن اعتکاف نہ کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ کسی دوسرے مہینے لگا تار اعتکاف کرے اور اس میں روزے رکھے،اسی طرح محیط میں ہے،اور اگر پورا سال اعتکاف نہ کیا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا تو اب

اس میں اعتکاف کرنا اس کو کافی نہ ہوگا کیونکہ جب اعتکاف اس سے فوت ہوگیا تو روزے اس کے ذمے قرض اور مقصود بنفسہ ہو گئے اور مقصود بنفسہ غیر کے ساتھ ادا نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر کسی نے پورا مہینہ اعتکاف کی منت مانی پھر رمضان کا اعتکاف کیا تو یہ اسے کفایت نہ کرے گا اور اگر روزے نہ رکھے اور پورے مہینے کے روزے اعتکاف کے ساتھ قضا کئے تو یہ اس کے لئے کفایت کرے گا کیونکہ قضا ادا کی مثل ہے۔اسی طرح محیط للسرخسی اور خلاصہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص211،دارالفکر،بیروت)

سوال: نفلی روزہ رکھا تھا اور اُس دن کے اعتکاف کی منت مانی تو کیا منت صحیح ہے؟

جواب: نفلی روزہ رکھا تھا اور اُس دن کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ اعتکاف واجب کے لیے نفلی روزہ کافی نہیں اور یہ روزہ واجب ہو نہیں سکتا۔فتاوی ہندیہ میں ہے'' إذَا أَصْبَحَ الرَّجُل صَائِمًا مُتَطَوِّعًا ثُمَّ قَالَ فِي بَعْضِ النَّهَارِ لِلَّهِ عَلَيَّ أَنْ اعْتَكِفَ هَذَا الْيَوْمَ فَلَا اعْتِكَافَ فِي قِيَاسِ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ -رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -؛ لِأَنَّ الِاعْتِكَافَ الْوَاجِبَ لَا يَصِحُّ إلَّا بِالصَّوْمِ الْوَاجِبِ وَالصَّوْمُ فِي أَوَّلِ الْيَوْمِ انْعَقَدَ تَطَوُّعًا فَلَا يُمْكِنُ جَعْلُهُ وَاجِبًا بَعْدَ ذَلِكَ كَذَا فِي الْمُحِيطِ ''ترجمہ:جب کسی مرد نے نفلی روزہ کی حالت میں صبح کی پھر بعض دن گزرنے کے بعد اس نے کہا کہ اللہ کے لئے مجھ پر آج کے دن کا اعتکاف ہے تو امام اعظم کے قول کے قیاس میں اعتکاف نہ ہوگا کیونکہ واجب اعتکاف واجب روزے کے ساتھ ہی صحیح ہوتا ہے اور مذکورہ صورت میں دن کی ابتدا نفلی روزہ کی حالت میں ہوئی ہے،اس روزے کو نفل کرنے کے بعد واجب بنانا ممکن نہیں ہے،اسی طرح محیط

میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ ،ج1،ص211،دارالفکر،بیروت)

کیا منت کا اعتکاف رمضان میں کرسکتا ہے؟

سوال: کسی نے منت مانی کہ ایک مہینے کا اعتکاف کروں گا،تو کیا رمضان میں اعتکاف کرسکتا ہے؟

جواب: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت رمضان میں پوری نہیں کرسکتا بلکہ خاص اُس اعتکاف کے لیے روزے رکھنے ہوں گے۔ عالمگیری میں ہے''لَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ ثُمَّ اعْتَكَفَ رَمَضَانَ لَا يُجْزِيهِ ''ترجمہ:اگرکسی نے ایک ماہ کے اعتکاف کی منت مانی پھر ماہ رمضان میں اعتکاف کیا تو یہ اسے کافی نہ ہوگا (بلکہ علیحدہ اعتکاف کرنا ہوگا)۔ (فتاوی عالمگیری،ج 1،ص211،دار الفکر،بیروت)

کیا نذر ماننے کے زبان سے کہنا ضروری ہے؟

سوال: اعتکاف کی نذر کے لیے زبان سے کہنا ضروری ہے یا دل میں نیت کرلینا کافی ہے؟

جواب: زبان سے کہنا ضروری ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے''إِذَا أَرَادَ إِيجَابَ الِاعْتِكَافِ عَلَى نَفْسِهِ يَنْبَغِي أَنْ يَذْكُرَ بِلِسَانِهِ، وَلَا يَكْفِي لِإِيجَابِهِ النِّيَّةُ بِالْقَلْبِ ذَكَرَهُ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ كَذَا فِي النِّهَايَةِ وَهَكَذَا فِي الْخُلَاصَة ''ترجمہ:جب کوئی اپنے اوپر اعتکاف واجب کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زبان سے اسے ذکر کرے،(صرف) دل سے نیت کرنا واجب کرنے کے لیے کافی نہ ہوگا،اس کو شمس الائمہ نے ذکر کیا ہے ایسا ہی نہایہ میں ہے،اور اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ ،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

کیا صرف دن یا صرف رات کی منت صحیح ہے؟

سوال: صرف دن یا صرف رات کی منت مانی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تو اس میں رات داخل نہیں۔ طلوع فجر سے پیشتر مسجد میں چلا جائے اور غروب کے بعد چلا آئے اور اگر دو دن یا تین دن یا زیادہ دنوں کی منت مانی یا دو یا تین یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی منت مانی تو ان دونوں صورتوں میں اگر صرف دن یا صرف راتیں مراد لیں تو نیّت صحیح ہے،لہٰذا پہلی صورت میں منت صحیح ہے اور صرف دنوں میں اعتکاف واجب ہوا اور اس صورت میں اختیار ہے کہ اتنے دنوں کا لگا تار اعتکاف کرے یا متفرق طور پر۔ اور دوسری صورت میں منت صحیح نہیں کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور رات میں روزہ ہو نہیں سکتا اور اگر دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں مراد ہیں۔ یا کچھ نیّت نہ کی تو دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور علی الاتصال اتنے دنوں میں اعتکاف ضروری ہے،تفریق نہیں کرسکتا۔

نیز اس صورت میں یہ بھی ضرور ہے کہ دن سے پہلے جو رات ہے، اس میں اعتکاف ہو،لہٰذا غروب آفتاب سے پہلے جائے اعتکاف میں چلا جائے اور جس دن پورا ہو غروبِ آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر دن کی منت مانی اور کہتا یہ ہے کہ میں نے دن کہہ کر رات مراد لی ،تو یہ نیّت صحیح نہیں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے۔ (بہار شریعت،ج5،ص،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی ہندیہ میں ہے''وَهَا هُنَا أَصْلَانِ (أَحَدُهُمَا) أَنَّهُ إذَا ذَكَرَ الْأَيَّامَ بِلَفْظِ الْجَمْعِ أَوْ التَّثْنِيَةِ يَتَنَاوَلُ مَا بِإِزَائِهَا مِنْ اللَّيَالِي، وَكَذَا اللَّيَالِي يَتَنَاوَلُ مَا بِإِزَائِهَا مِنْ الْأَيَّامِ كَذَا فِي الْكَافِي فَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ أَكْثَرَ

وَيَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ لَيَالٍ أَوْ أَكْثَرَ أَوْ لَيْلَتَيْنِ لَزِمَهُ الْأَيَّامُ بِلَيَالِيهَا وَاللَّيَالِي بِأَيَّامِهَا إنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ فَإِنْ نَوَى بِالْأَيَّامِ الْأَيَّامَ خَاصَّةً وَبِاللَّيَالِي اللَّيَالِيَ خَاصَّةً صَحَّتْ نِيَّتُهُ وَيَلْزَمُهُ فِي الْأَيَّامِ اعْتِكَافُ الْأَيَّامِ دُونَ اللَّيَالِي، وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي اللَّيَالِي هَكَذَا فِي الْبَدَائِعِ وَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ يَوْمٍ لَمْ يَدْخُلْ اللَّيْلُ هَكَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ.(وَثَانِيهِمَا) أَنَّهُ مَتَى لَمْ يَدْخُلْ فِي وُجُوبِ اعْتِكَافِهِ اللَّيْلُ جَازَ لَهُ التَّفْرِيقُ، وَمَتَى دَخَلَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ فَإِنَّهُ يَلْزَمُهُ مُتَتَابِعًا هَكَذَا فِي الْبَدَائِعِ فَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ بِعَيْنِهِ أَوْ بِغَيْرِ عَيْنِهِ أَوْ ثَلَاثِينَ يَوْمًا لَزِمَهُ مُتَتَابِعًا وَمَتَى شَاءَ إنْ لَمْ يُعَيِّنْ الشَّهْرَ كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ،وَمَتَى دَخَلَ فِي اعْتِكَافِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ فَابْتِدَاؤُهُ مِنْ اللَّيْلِ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ كُلَّ لَيْلَةٍ تَتْبَعُ الْيَوْمَ الَّذِي بَعْدَهَا كَذَا فِي الْكَافِي ''ترجمہ: یہاں پر دو اصول ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ معتکف نے جب دنوں کو جمع یا تثنیہ کی صورت میں ذکر کیا تو وہ اپنے مقابل راتوں کو بھی شامل ہوں گے، اسی طرح راتیں بھی اپنے مقابل دنوں کو شامل ہوں گی، اسی طرح کافی میں ہے، اگر کسی نے تین دن یا اکثر دن یا دو دن یا تین راتیں یا اکثر راتیں یا دو راتیں اعتکاف کرنے کی نیت کی تو دن راتوں کے ساتھ اور راتیں دنوں کے ساتھ اعتکاف میں لازم ہوں گی، اور اگر دنوں کو دنوں کے ساتھ ہی خاص کر دیا یا راتوں کو راتوں کے ہی ساتھ خاص کر دیا تو یہ صحیح ہے، اور اس پر دن کے اعتکاف کی نیت کی صورت میں صرف دن ہی کا اعتکاف لازم آئے گا، راتوں میں اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی، اسی طرح بدائع الصنائع میں ہے، اگر کسی نے صرف ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تو رات اس میں داخل نہ ہوگی، اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ جب اعتکاف کے وجوب میں رات داخل نہ ہو تو

تفریق کرنا جائز ہے، اور جب رات اور دن داخل ہوں تو لگاتار اعتکاف لازم آئے گا، اسی طرح بدائع میں ہے، پس اگر کسی نے ایک معین یا غیر معین مہینہ کی یا تیس دن کے اعتکاف کی نذر مانی تو اس پر دن رات لگاتار اعتکاف کرنا لازم ہوگا، اگر مہینہ معین نہیں کیا تو اسے اختیار ہے کہ جس مہینے چاہے اعتکاف کرلے، اسی طرح ظہیریہ میں ہے، جب اعتکاف میں دن اور رات شامل ہوں تو رات کو اعتکاف کی ابتدا کرے کیونکہ قاعدہ ہے کہ رات بعد میں آنے والے دن کی تابع ہوتی ہے، ایسا ہی کافی میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، ج1، ص213,214، دارالفکر، بیروت)

اگر کسی نے عید کے دن کی اعتکاف کی منت مانی تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر کسی نے عید کے دن کی اعتکاف کی منت مانی تو کیا حکم ہے؟

جواب: عید کے دن کے اعتکاف کی منت مانی تو کسی اور دن میں جس دن روزہ رکھنا جائز ہے، اس کی قضا کرے اور اگر یمین (قسم) کی نیت تھی تو کفارہ دے اور عید ہی کے دن کر لیا تو منت پوری ہوگئی مگر گنہگار ہوا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے''وَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ يَوْمِ الْعِيدِ قَضَاهُ فِي وَقْتٍ آخَرَ، وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ إنْ نَوَى الْيَمِينَ فَلَوْ اعْتَكَفَ فِيهِ أَجْزَأَهُ، وَأَسَاءَ كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ ''ترجمہ: اگر کسی بندے نے عید کے دن اعتکاف کی منت مانی تو وہ کسی اور دن اعتکاف کرے گا، اگر اس نے قسم کی نیت کی تھی تو اس پر کفارہ ہوگا، اور اگر عید والے دن اعتکاف کرلیا تو نذر پوری ہو جائے گی لیکن گنہگار رہوگا، اسی طرح خلاصہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، ج1، ص214، دارالفکر، بیروت)

سوال: کسی دن یا کسی مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو کیا اس سے پیشتر اس منت کو پورا کرسکتا ہے؟

جواب: کسی دن یا کسی مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو اس سے پیشتر بھی اس منت کو پورا کرسکتا ہے بشرطیکہ معلّق نہ ہو۔

فتاوی ہندیہ میں ہے ''وَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ يَوْمٍ أَوْ شَهْرٍ مُعَيَّنٍ فَاعْتَكَفَ قَبْلَهُ۔۔فانه يجوز '' ترجمہ: اگر کسی نے معین دن یا معین مہینے میں اعتکاف کی منت مانی اور اس سے پہلے ہی اعتکاف کرلیا تو درست ہوگا۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص214،دارالفکر،بیروت)

اگر مسجد حرام شریف میں اعتکاف کرنے کی منّت مانی تو کیا دوسری مسجد میں بھی کرسکتا ہے؟

سوال: اگر مسجد حرام شریف میں اعتکاف کرنے کی منّت مانی تو کیا دوسری مسجد میں بھی کرسکتا ہے؟

جواب: مسجد حرام شریف میں اعتکاف کرنے کی منّت مانی تو دوسری مسجد میں بھی کرسکتا ہے۔فتاوی عالمگیری میں ہے۔'' نَذَرَ الِاعْتِكَافَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاعْتَكَفَ فِي غَيْرِهِ فَإِنَّهُ يَجُوزُ كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ '' ترجمہ: کسی نے مسجد حرام میں اعتکاف کی منت مانی اور اس کے علاوہ جگہ اعتکاف کرلیا تو درست ہے،اسی طرح بحرالرائق میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ ،ج1،ص214،دارالفکر،بیروت)

سوال: اگر کسی نے گزرے ہوئے مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ماہِ گزشتہ کے اعتکاف کی منت مانی تو صحیح نہیں۔فتاوی ہندیہ میں ہے''وَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ مَضَى لَمْ يَصِحَّ نَذْرُهُ هَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ فِي بَابِ النَّذْرِ بِالصَّوْمِ '' ترجمہ: اگر کسی نے گزشتہ مہینے میں اعتکاف کی منت مانی

تو منت درست نہیں ہے،اسی طرح بحرالرائق میں نذر بالصوم کے باب میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص214،دارالفکر،بیروت)

اگر کوئی منت مان کر (معاذ اللہ) مرتد ہوگیا، پھر مسلمان ہوا تو؟

سوال: اگر کوئی منت مان کر (معاذ اللہ) مرتد ہوگیا، پھر مسلمان ہوا تو کیا حکم ہے؟

جواب: منت مان کر معاذ اللہ مرتد ہوگیا تو منّت ساقط ہوگئی پھر مسلمان ہوا تو اُس کی قضا واجب نہیں۔فتاوی ہندیہ میں ہے''وَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ ثُمَّ ارْتَدَّ ثُمَّ أَسْلَمَ لَمْ يَلْزَمْهُ شَيْءٌ كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ '' ترجمہ: اگر کسی شخص نے ایک مہینہ اعتکاف کی منت مانی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور پھر دوبارہ اسلام لے آیا تو اس پر اعتکاف لازم نہ ہوگا،اسی طرح محیط للسرخسی میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص214،دارالفکر،بیروت)

سوال: کسی شخص نے ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی مگر پوری کرنے سے پہلے مرگیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور مرگیا تو ہر روز کے بدلے بقدر صدقہ فطر کے مسکین کو دیا جائے بشرطیکہ وصیّت کی ہو اور اس پر واجب ہے کہ وصیّت کر جائے اور وصیّت نہ کی مگر وارثوں نے اپنی طرف سے فدیہ دے دیا، جب بھی جائز ہے۔مریض نے منت مانی اور مرگیا تو اگر ایک دن کو بھی اچھا ہوگیا تھا تو ہر روز کے بدلے صدقہ فطر کی قدر دیا جائے اور ایک دن کو بھی اچھا نہ ہوا تو کچھ واجب نہیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے''وَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ فَمَاتَ أَطْعَمَ لِكُلِّ يَوْمٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ إنْ أَوْصَى كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ وَيَجِبُ

عَلَيْهِ أَنْ يُوصِيَ هٰكَذَا فِي الْبَدَائِعِ وَإِنْ لَمْ يُوصِ، وَأَجَازَتْ الْوَرَثَةُ جَازَ ذَلِكَ وَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ، وَهُوَ مَرِيضٌ فَلَمْ يَبْرَأْ حَتَّى مَاتَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَإِنْ صَحَّ يَوْمًا ثُمَّ مَاتَ أُطْعِمَ عَنْهُ عَنْ جَمِيعِ الشَّهْرِ كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ"
ترجمہ: اگر کسی نے ایک مہینہ اعتکاف کی منت مانی پھر وہ مرگیا تو اگر اس نے وصیت کی تھی تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جو فقیروں کو کھلایا جائے، اسی طرح سراجیہ میں ہے، اور اس پر واجب ہے کہ وصیت کر کے جائے، اسی طرح بدائع الصنائع میں ہے، اور اگر وصیت نہ کی پھر ورثہ نے اجازت دے دی تو صدقہ کرنا درست ہے، اگر کسی نے مرض کی حالت میں تیس دن کے اعتکاف کی منت مانی، پھر اس کو مرنے تک شفا نہ ملی تو اس پر کچھ نہیں ہے، اور اگر ایک دن کے لئے بھی صحت یاب ہوکر مرا تو اسکی طرف سے پورے مہینے کا کھانا کھلایا جائے گا، اسی طرح سراجیہ میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ، ج1، ص214، دارالفکر، بیروت)

سوال: اگر کسی نے یوں منت مانی کہ میں ایک مہینے کا اعتکاف کروں گا تو کس مہینے میں اعتکاف کرے؟ نیز متفرق طور پر کرسکتا ہے یا لگاتار کرنا ہوگا؟

جواب: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ بات اس کے اختیار میں ہے کہ جس مہینے کا چاہے اعتکاف کرے، مگر لگاتار اعتکاف میں بیٹھنا واجب ہے۔ جوہرہ نیرہ میں ہے "وَإِذَا أَوْجَبَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ لَزِمَهُ اعْتِكَافُ شَهْرٍ بِصَوْمٍ مُتَتَابِعٍ سَوَاءٌ ذَكَرَ التَّتَابُعَ فِي إِيجَابِهِ أَوْ لَا وَتَعْيِينُ ذَلِكَ الشَّهْرِ إِلَيْهِ" ترجمہ: جب کسی نے ایک غیر معین مہینے کے اعتکاف کو اپنے اوپر واجب کیا تو اس پر ایک مہینے کا اعتکاف لگاتار روزوں کے ساتھ واجب ہوگا خواہ لگاتار اعتکاف کرنے کو ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو، اور مہینے کی تعیین کا اسے اختیار ہے۔

(الجوہرۃ النیرہ، ج1، ص148، المطبعۃ الخیریہ)

سوال: اوپر والی صورت میں اگر کوئی یہ کہے کہ میری مراد ایک مہینے کے صرف دن تھے، راتیں نہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ کہے کہ میری مراد ایک مہینے کے صرف دن تھے، راتیں نہیں تو یہ قول نہیں مانا جائے گا۔ دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور تیس دن کہا تھا جب بھی یہی حکم ہے۔ ہاں اگر منت مانتے وقت یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کے دنوں کا اعتکاف ہے، راتوں کا نہیں تو صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوا اور اب یہ بھی اختیار ہے کہ متفرق طور پر تیس دن کا اعتکاف کرلے اور اگر یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کی راتوں کا اعتکاف ہے دِنوں کا نہیں تو کچھ نہیں۔ جوہرہ نیرہ میں ہے "لَوْ نَوَى عِنْدَ النَّذْرِ الْأَيَّامَ دُونَ اللَّيَالِي لَمْ يُصَدَّقْ فِيهِ وَيَلْزَمُهُ شَهْرٌ بِاللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ لِأَنَّ الشَّهْرَ يَقَعُ عَلَى ثَلَاثِينَ يَوْمًا وَعَلَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً إِلَّا إِذَا قَالَ عِنْدَ النَّذْرِ لِلَّهِ عَلَيَّ اعْتِكَافُ شَهْرٍ بِالنَّهَارِ دُونَ اللَّيْلِ فَحِينَئِذٍ يَلْزَمُهُ الْأَيَّامُ خَاصَّةً إِنْ شَاءَ تَابَعَ وَإِنْ شَاءَ فَرَّقَ لِأَنَّهُ ذَكَرَ لَفْظَ النَّهَارِ دُونَ اللَّيْلِ۔۔۔وَإِنْ قَالَ لِلَّهِ عَلَيَّ أَنْ أَعْتَكِفَ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَقَالَ نَوَيْتُ اللَّيْلَ خَاصَّةً صُدِّقَ وَلَمْ يَلْزَمْهُ شَيْءٌ" ترجمہ: اگر منت کے وقت دنوں کی نیت کی راتوں کی نہ کی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی، اور اس پر پورا مہینہ دن اور رات کے ساتھ لازم ہوگا کیونکہ مہینہ کا لفظ تیس دن اور تیس راتوں پر واقع ہوتا ہے مگر جب اس نے کہا کہ اللہ کے لئے مجھ پر ایک مہینے کے دنوں کا اعتکاف ہے نہ کہ راتوں کا تو اس وقت اس پر صرف دنوں کا اعتکاف ہی لازم ہوگا اگر چاہے تو لگاتار رکھے اور اگر چاہے تو علیحدہ علیحدہ رکھے کیونکہ اس نے دن کا لفظ ذکر کیا ہے نہ کہ رات کا، اور اگر کہا کہ اللہ کے لئے مجھ پر تیس راتوں کا اعتکاف ہے اور کہتا ہے کہ میں نے خاص طور پر رات ہی کی نیت کی ہے تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اس پر کچھ بھی

لازم نہ ہوگا۔

(الجوہرۃ النیرہ،ج1،ص148،المطبعۃ الخیریہ)

اگر سنت اعتکاف کو توڑ دیا تو قضاء کیسے کرے گا؟

سوال: اگر سنت اعتکاف کو توڑ دیا تو قضاء کیسے کرے گا؟

جواب: اعتکاف مسنون کہ رمضان کی پچھلی دس تاریخوں تک کے لیے بیٹھا تھا، اسے توڑا تو جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا کرے، پورے دس دنوں کی قضا واجب نہیں۔ ردالمحتار میں ہے ''فَیَقْضِی الْیَوْمَ الَّذِی أَفْسَدَهُ لِاسْتِقْلَالِ كُلِّ يَوْمٍ بِنَفْسِهِ'' ترجمہ: ہر دن کے مستقل ہونے کی وجہ سے معتکف صرف اسی دن کی قضا کرے گا جس دن اس نے اپنے اعتکاف کو فاسد کیا ہے۔

(رد المحتار مع درمختار،ج2،ص445،دار الفکر،بیروت)

منت کا اعتکاف توڑ دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: منت کا اعتکاف توڑ دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: منّت کا اعتکاف توڑا تو اگر کسی معیّن مہینے کی منت تھی تو باقی دنوں کی قضا کرے، ورنہ اگر علی الاتصال واجب ہوا تھا تو سرے سے اعتکاف کرے اور علی الاتصال واجب نہ تھا تو باقی کا اعتکاف کرے۔ ردالمحتار میں ہے ''لَوْ نَذَرَ الْعَشْرَ يَلْزَمُهُ كُلُّهُ مُتَتَابِعًا، وَلَوْ أَفْسَدَ بَعْضَهُ قَضَى بَاقِيَهُ عَلَى مَا مَرَّ فِي نَذْرِ صَوْمِ شَهْرٍ مُعَيَّنٍ'' ترجمہ: اگر کسی نے دس دن کے اعتکاف کی منت مانی تو وہ تمام کے تمام اس پر لگاتار لازم ہوں گے اگر اس نے بعض کو فاسد کر دیا تو باقی دنوں کی قضا کرے گا، جیسا کہ پہلے معین مہینے کے روزے کی منت ماننے کو بیان میں گزرا ہے۔

(رد المحتار مع درمختار،ج2،ص445،دار الفکر،بیروت)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اعتکاف

کی قضا صرف قصداً توڑنے سے نہیں بلکہ اگر عذر کی وجہ سے چھوڑا مثلاً بیمار ہو گیا یا بلا اختیار چھوٹا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آیا یا جنون و بے ہوشی طویل طاری ہوئی، ان میں بھی قضا واجب ہے اور ان (منت کے روزوں) میں اگر بعض فوت ہو تو کُل کی قضا کی حاجت نہیں، بلکہ بعض کی قضا کر دے اور کُل فوت ہوا تو کُل کی قضا ہے اور منّت میں علی الاتصال واجب ہوا تھا اور تو علی الاتصال کُل کی قضا ہے۔''

(بہار شریعت،حصہ5،ص1029،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

معتکف کہاں جاسکتا ہے اورکہاں نہیں

معتکف اورفنائے مسجد

سوال: کیا معتکف فنائے مسجد میں بلاضرورت جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؟

جواب: فنائے مسجد (یعنی عین مسجد سے ملحق مصالحِ مسجد کے لیے موجود جگہ جیسا کہ جوتا اتارنے کی جگہ، غسل خانے، وضوخانے وغیرہ) میں معتکف کے جانے سے اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ کتبِ فقہ میں یہ بات صراحتاً مذکور ہے کہ فنائے مسجد بعض معاملات میں حکمِ مسجد میں ہے۔ فتح القدیر میں ہے'' الا یری أن فناء المسجد له حکم المسجد فی بعض الأشياء ''ترجمہ: فنائے مسجد بعض معاملات میں مسجد کے حکم میں ہے۔

(فتح القدیر، باب یمین فی الدخول ،ج5،ص96،مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ردالمحتار میں ہے'' ذکر فی البحر عن المجتبی أن فناء المسجد له حکم المسجد ''ترجمہ: بحر میں مجتبی کے حوالہ سے ہے کہ فنائے مسجد مسجد کے حکم میں ہے۔

(ردالماحتار،ج2،ص332،باب الامامۃ،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

اور اعتکاف کے معاملے میں فنائے مسجد حکمِ مسجد میں ہے۔ صدرا لشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں'' فنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اس سے ملحق ضروریاتِ مسجد کے لئے ہے مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، فنائے مسجد اس معاملے میں حکمِ مسجد میں ہے۔''

(فتاوی امجدیہ،ج1،ص399،مکتبہ رضویہ، کراچی)

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد، حدود مسجد کے اندر ہیں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کر دیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے۔ وھذا ماقال الامام الطحاوی ان حجرة ام المؤمنین من المسجد یہی بات امام طحاوی نے فرمائی کہ ام المومنین کا حجرہ مسجد کا حصہ ہے۔

(شرح معانی الآثار،باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلوٰۃ ،ج 1،ص258،مطبوعہ ایچ ایم کمپنی ،کراچی)

فی ردالمحتار عن البدائع لو صعدای المعتکف المنارة لم یفسد بلاخلاف لانها منه لانه یمنع فیها من کل مایمنع فیه من البول ونحوه فاشبه زاوية من زوايا المسجد ۔ترجمہ: ردالمحتار میں بدائع سے ہے اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ مسجد کا حصہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ منع ہے جو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا۔

(ردالمحتار،باب الاعتکاف ،ج 2،ص446،مطبوعہ ایچ ایم کمپنی، کراچی)☆(فتاوی رضویہ،ج7،ص453،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سوال: حجرۂ عائشہ فنائے مسجد کا حصہ تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف سرِ اقدس نکال کر کنگا کیوں کرواتے تھے اور اس میں صرف بوقتِ حاجت ہی کیوں تشریف لے کر جاتے تھے، جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے((عن عائشہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتکف یدنی الی رأسه

فارجله و کان لایدخل البیت الا لحاجة الانسان))

(صحیح مسلم،ج1،ص142،قدیمی کتب خانہ،کراچی)

حالانکہ آپ نے لکھا ہے کہ فنائے مسجد میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حجرہ فنائے مسجد میں نہیں تھا، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاضرورت اس میں نہیں جایا کرتے تھے، اس پر دلیل یہ ہے کہ فنائے مسجد کی زمین وقف ہوتی ہے، ان کو خریدا بیچا نہیں جاسکتا۔ صحیح مسلم میں ہے((انہ لا یباع اصلھا ولا تباع ولا تورث ولا توھب)) ترجمہ: موقوفہ زمین کو نہ ہی اس کو بیچا جائے گا، نہ ہی خریدا جائے گا اور نہ ہی اس کو وراثت بنایا جائے گا اور نہ ہی ہبہ کیا جائے گا۔ (صحیح مسلم،ج2،ص41،قدیمی کتب خانہ،کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور دیگر ازواجِ مطہرات کے حجروں کے بارے میں کتب میں موجود ہے کہ بعد میں بیچے گئے خریدے گئے۔ وفاء لوفاء میں ہے"وقال مالك:كان المسجد يضيق عن أهله، وحجر أزواج النبى صلّى الله عليه وسلّم ليست من المسجد، ولكن أبوابها شارعة فى المسجد،وقال ابن سعد:أوصت سودة ببيتها لعائشة رضى الله عنها، وباع أولياء صفية بنت حيى بيتها من معاوية بمائة ألف وثمانين ألف درهم، واشترى معاوية من عائشة منزلهابمائة ألف وثمانين ألف درهم، وقيل:بمائتى ألف، وشرط لها سكناها حياتها، وحمل إليها المال، فما قامت من مجلسها حتى قسمته، وقيل:بل اشتراه ابن الزبير من عائشة، وبعث إليها خمسة أجمال تحمل المال، وشرط لها سكناها حياتها، ففرقت المال" مالک نے کہا: مسجد نبوی لوگوں پر تنگ ہوگئی اور ازواج مطہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہن کے حجرے مسجد کا حصہ نہ تھے، لیکن ان کے راستے مسجد میں تھے، ابن سعد نے کہا کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اپنے

حجرے کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے لیے وصیت کی تھی، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر کو ان کے اولیاء حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایک لاکھ اسی ہزار میں فروخت کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ان کا گھر ایک لاکھ اسی ہزار میں خریدا، اور کہا گیا کہ دولاکھ میں خریدا اور ان کی طرف پانچ اونٹ مال سے لدے ہوئے بھیجے اور شرط کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا جب تک حیات ہیں اس میں رہائش پذیر رہیں گی۔ جب مال ان تک پہنچا تو مجلس سے اٹھنے سے پہلے پہلے تقسیم کردیا۔ کہا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے گھر خریدا اور ان کی طرف پانچ اونٹوں پر مال لادکر بھیجا اور مدت حیات تک سکونت کی شرط کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے مال لوگوں میں تقسیم فرمادیا۔

(وفاء الوفاء،ج2،ص55،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

بلکہ علماء نے صرحتاً لکھا ہے کہ حجرے ازواجِ مطہرات کی ملکیت تھے، بعد میں مسجد نبوی میں شامل کیے گئے، جبکہ فنائے مسجد کی زمین وقف ہوتی ہے کسی کی ذاتی ملکیت میں نہیں ہوسکتی۔ وفاء الوفاء میں ہے"وهذا يقتضى أن الحجر الشريفة كانت على ملك نسائه صلّى الله عليه وسلّم" ترجمہ: یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مبارک حجرے ازواج مطہرات کی ملک تھے۔

(وفاء الوفاء،ج2،ص56،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

خلاصۃ الوفاء میں ہے"وسبق فی حدود المسجد النبوی إنه زيد فيه من حجرة عائشة مما يلى الروضة" ترجمہ: سابق میں یہ بات گزری کہ روضہ انور سے ملی ہوئی مسجدِ نبوی کی حدود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرہ مبارکہ سے زیادہ کی گئی۔ (خلاصۃ الوفاء باخبارِ دار المصطفی،ج2،ص127،بیروت)

اور وقف کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوسکتی۔ بدائع الصنائع میں

ہے"حکمه انه یزول الموقوف عن ملك الواقف "ترجمہ:**وقف کا حکم یہ ہے کہ جس چیز کو وقف کیا وہ واقف کی ملک سے نکل جاتی ہے۔**

(بدائع الصنائع،ج5،ص330،مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ **فرماتے ہیں "وقف کا حکم** یہ ہے کہ نہ خود وقف کرنے والا اس کا مالک ہے نہ دوسرے کو اس کا مالک بنا سکتا ہے نہ اس کو بیع کرسکتا ہے، نہ عاریت دے سکتا ہے، نہ اس کو رہن رکھ سکتا ہے۔"

(بہار شریعت،حصہ10،ص 533،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

معتکف کا فرض غسل کے علاوہ غسل کرنا

سوال: رمضان میں سنتِ اعتکاف میں فرض کے علاوہ غسل کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر غسل خانہ فنائے مسجد میں ہے تو فرض غسل کے علاوہ بھی غسل کرسکتے ہیں اور اگر غسل خانہ باہر ہے تو فرض غسل کے علاوہ نہیں کرسکتے۔

معتکف کا اذان کے لیے مسجد کے حجرے میں جانا

سوال: مسجد کے حجرے میں جا کر معتکف کے اذان دینے، نعت پڑھنے یا سحری وافطاری کے اعلانات کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کا حجرہ اگر فنائے مسجد میں ہے (یعنی وہ حجرہ مسجد کے ساتھ ملحق اور اس کی چاردیواری میں ہو اور مصالح مسجد کے لئے بنایا گیا ہو) تو ان کاموں کے لئے اس میں جانے میں حرج نہیں۔ **امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان** علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "بلکہ جب وہ مدارس متعلقِ مسجد حدودِ مسجد کے اندر ہیں ان میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کردیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کا جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ۔"

(فتاوی رضویہ،ج7،ص453،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

اور اگر حجرہ فنائے مسجد سے باہر ہے تو ان کاموں کے لئے مسجد سے باہر نہیں جاسکتے، ہاں صرف مؤذن (جو اذان دینے کے لئے مقرر ہے) اذان دینے کے جاسکتا ہے۔ درمختار میں ہے "(حرم علیہ) ای علی المعتکف۔۔(الخروج الا لحاجۃ الانسان) طبعیۃ۔۔او شرعیۃ کعیدواذان لو مؤذناً وباب المنارۃ خارج المسجد" ترجمہ: معتکف کے لیے مسجد سے نکلنا حرام ہے، ہاں حاجتِ طبعی اور شرعی کے لیے نکل سکتا ہے، حاجت شرعیہ کی مثال جیسا کہ عید کی نماز اور اگر مؤذن ہے تو اذان دینے کے لیے اس منارہ پر جانا جو کہ مسجد سے خارج ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار،ج3،ص437،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں: ایک حاجتِ طبعی۔۔دوم حاجتِ شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لئے جانا یا اذان کہنے کے لئے منارہ پر جانا، جبکہ منارہ پر جانے کے لئے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جاسکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں۔"

(بہار شریعت،حصہ5،ص1024،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

معتکف کا مسجد یا وضوخانہ کی چھت پر جانے کا حکم

سوال: معتکف کے لئے بلاضرورت وضوخانے یا مسجد کی چھت پر چڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بلاضرورت معتکف یا غیر معتکف کو مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے "الصعود علی کل مسجد مکروہ" ہر مسجد کے اوپر چڑھنا مکروہ ہے۔

(فتاوی ہندیہ،ج2،ص322،نورانی کتب خانہ،پشاور)

اگر چھت پر چڑھنے کا راستہ اندر سے ہے تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا اور اگر راستہ

باہر سے ہے تو چھت پر چڑھنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔وضوخانہ فنائے مسجد اور اس کا دروازہ بھی فنائے مسجد میں ہی ہے تو اس پر چڑھنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا اور اگر وضو خانہ فنائے مسجد (یعنی مسجد سے متصل اور مسجد کی چاردیواری) میں نہیں یا اس پر چڑھنے کا راستہ مسجد اور فنائے مسجد سے باہر ہے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

معتکف کا مسجد کے محراب میں جانے کا حکم

سوال: کیا معتکف مسجد کی محراب میں جاسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں جاسکتا ہے کیونکہ محراب مسجد ہی کا حصہ ہے۔خاتم المحققین **ابن عابدین علامہ امین شامی** علیہ الرحمۃ **فرماتے ہیں** ''لان المحراب انما بنی علامة لمحل قیام الامام لیکون قیامه وسط الصف کما هو السنة لا لان یقوم فی داخله فهو وان کان من بقاع المسجد لکن اشبه مکانا اٰخر فاورث الکراهة'' ترجمہ: محراب امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کی علامت کے لیے بنائی گئی ہے تا کہ اس کا قیام صف کے درمیان میں ہو جیسا کہ سنت ہے،اس لیے نہیں کہ امام اس میں کھڑا ہو،اگر چہ محراب مسجد کا حصہ ہے لیکن دوسرے مکان کے مشابہ ہے اس لیے (امام کا اس میں کھڑا ہونا) کراہت کو پیدا کرتا ہے۔

(ردالمحتار، ج1،ص477،مطبوعه مصطفی البابی، مصر)

مفسداتِ اعتکاف

واجب وسنت اعتکاف میں مسجد سے نکلنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: واجب اعتکاف میں مرد مسجد سے نکل گیا تو کیا حکم ہے؟ اور سنت اعتکاف میں مسجد سے نکلنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے، اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا اگر چہ بھول کر نکلا ہو۔یوہیں اعتکافِ سنت بھی بغیر عذر نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے ''فَلَا يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ مِنْ مُعْتَكَفِهِ لَيْلًا وَنَهَارًا إِلَّا بِعُذْرٍ، وَإِنْ خَرَجَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ سَاعَةً فَسَدَ اعْتِكَافُهُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالٰى كَذَا فِي الْمُحِيطِ. سَوَاءٌ كَانَ الْخُرُوجُ عَامِدًا أَوْ نَاسِيًا هَكَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ'' ترجمہ: **معتکف اپنی اعتکاف گاہ سے بلا عذر نہیں نکل سکتا خواہ دن ہو یا رات، اور اگر بلا عذر نکل گیا تو امام اعظم کے نزدیک اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اسی طرح محیط میں ہے، خواہ یہ نکلنا جان بوجھ کر ہو یا بھول کر، اسی طرح فتاوی قاضی خان میں ہے۔**

(فتاوی ہندیه ،ج1،ص212،دارالفکر،بیروت)

معتکف کن اعذار کی بنا پر مسجد سے نکل سکتا ہے؟

سوال: معتکف کن اعذار کی بنا پر مسجد سے نکل سکتا ہے؟

جواب: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں:

(1) **ایک** حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل، مگر غسل و وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو

سکیں یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو و غسل کا پانی لے سکے اس طرح کہ مسجد میں پانی کی کوئی بوند نہ گرے کہ وضو و غسل کا پانی مسجد میں گرانا ناجائز ہے اور لگن وغیرہ موجود ہو کہ اس میں وضو اس طرح کرسکتا ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے تو وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، نکلے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ یوہیں اگر مسجد میں وضو و غسل کے لیے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔

(2) **دوم** حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لیے جانا یا اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانا، جبکہ منارہ پر جانے کے لیے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جاسکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ5، ص، مکتبۃ المدنیہ، کراچی)

درمختار میں ہے'' (الْخُرُوجُ إلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ) طَبِيعِيَّةٍ كَبَوْلٍ وَغَائِطٍ وَغُسْلٍ لَوْ احْتَلَمَ وَلَا يُمْكِنُهُ الِاغْتِسَالُ فِي الْمَسْجِدِ كَذَا فِي النَّهْرِ (أَوْ) شَرْعِيَّةٍ كَعِيدٍ وَأَذَانٍ لَوْ مُؤَذِّنًا وَبَابُ الْمَنَارَةِ خَارِجَ الْمَسْجِدِ وَ(الْجُمُعَةِ) '' ترجمہ: اعتکاف گاہ سے نکلنا صرف انسانی حاجت ہی کی وجہ سے ہوسکتا ہے خواہ وہ حاجت طبعیہ ہو جیسے پیشاب، پاخانہ، غسل اگر احتلام ہوا ہو اور مسجد میں غسل ممکن نہ ہو اسی طرح نہر میں ہے، خواہ حاجت شرعیہ ہو جیسے عید، اور اذان اگر یہ مؤذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو، اور جمعہ کے لئے۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص445، دارالفکر، بیروت)

اگر فنائے مسجد سے باہر استنجاء کے لئے جائے گا تو کن امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے؟

سوال: اگر فنائے مسجد میں استنجاء خانے نہ ہوں تو قضائے حاجت وغیرہ

کے لیے باہر جائے تو کن باتوں کا خیال رکھے گا؟

جواب: قضائے حاجت کو گیا تو طہارت کرکے فوراً چلا آئے ٹھہرنے کی اجازت نہیں اور اگر معتکف کا مکان مسجد سے دُور ہے اور اس کے دوست کا مکان قریب تو یہ ضرور نہیں کہ دوست کے یہاں قضائے حاجت کو جائے، بلکہ اپنے مکان پر بھی جاسکتا ہے اور اگر اس کے خود دو مکان ہیں ایک نزدیک دوسرا دُور تو نزدیک والے مکان میں جائے کہ بعض مشائخ فرماتے ہیں دُور والے میں جائے گا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ ردالمحتار میں ہے'' وَلَا يَمْكُثُ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنْ الطُّهُورِ وَلَا يَلْزَمُهُ أَنْ يَأْتِيَ بَيْتَ صَدِيقِهِ الْقَرِيبِ، وَاخْتُلِفَ فِيمَا لَوْ كَانَ لَهُ بَيْتَانِ فَأَتَى الْبَعِيدَ مِنْهُمَا قِيلَ فَسَدَ وَقِيلَ: لَا '' ترجمہ: طہارت سے فارغ ہونے کے بعد وہاں نہ ٹھہرے، معتکف پر لازم نہیں ہے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے اپنے دوست کے قریب گھر میں جائے، اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر معتکف کے دو گھر ہوں اور وہ دور والے گھر میں قضائے حاجت کے لئے گیا بعض نے کہا کہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور بعض نے کہا کہ فاسد نہیں ہوگا۔ (ردالمحتار، ج2، ص445، دارالفکر، بیروت)

معتکف اگر دوسری مسجد میں جمعہ کے لئے جاتا ہے تو کن باتوں کا لحاظ ضروری ہے؟

سوال: اگر اعتکاف والی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لیے جانے میں کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

جواب: جمعہ اگر قریب کی مسجد میں ہوتا ہے تو آفتاب ڈھلنے کے بعد اس وقت جائے کہ اذان ثانی سے پیشتر سنتیں پڑھ لے اور اگر دُور ہو تو آفتاب ڈھلنے سے

پہلے بھی جا سکتا ہے، مگر اس انداز سے جائے کہ اذان ثانی کے پہلے سنتیں پڑھ سکے زیادہ پہلے نہ جائے۔

اور یہ بات اس کی رائے پر ہے جب اس کی سمجھ میں آ جائے کہ پہنچنے کے بعد صرف سنتوں کا وقت باقی رہے گا، چلا جائے اور فرض جمعہ کے بعد چار یا چھ رکعتیں سنتوں کی پڑھ کر چلا آئے اور ظہر احتیاطی پڑھنی ہے تو اعتکاف والی مسجد میں آ کر پڑھے اور اگر پچھلی سنتوں کے بعد واپس نہ آیا، وہیں جامع مسجد میں ٹھہرا رہا، اگرچہ ایک دن رات تک وہیں رہ گیا یا اپنا اعتکاف وہیں پورا کیا تو بھی وہ اعتکاف فاسد نہ ہوا مگر یہ مکروہ ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کیا، وہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ (بہارشریعت، حصہ5، ص1024، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

درمختار میں ہے'' (الْجُمُعَةِ وَقْتَ الزَّوَالِ وَمَنْ بَعُدَ مَنْزِلُهُ) أَيْ مُعْتَكَفُهُ (خَرَجَ فِي وَقْتٍ يُدْرِكُهَا) مَعَ سُنَّتِهَا يُحَكِّمُ فِي ذَلِكَ رَأْيَهُ، وَيَسْتَنُّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا أَوْ سِتًّا عَلَى الْخِلَافِ، وَلَوْ مَكَثَ أَكْثَرَ لَمْ يَفْسُدْ لِأَنَّهُ مَحَلٌّ لَهُ وَكُرِهَ تَنْزِيهًا لِمُخَالَفَةِ مَا الْتَزَمَهُ بِلَا ضَرُورَةٍ '' ترجمہ: جمعہ کے دن زوال کے وقت مسجد سے نکلے اور جس کی اعتکاف گاہ دور ہو تو وہ ایسے وقت نکلے کہ جمعہ کی سنتیں پہلے پڑھ لے، اس وقت کی تعیین میں اپنی رائے سے فیصلہ کرے، پھر جمعہ کی نماز کے بعد چار یا چھ رکعت (اختلاف کی بنا پر) سنتیں پڑھ کر نکل آئے، اور اگر وہاں پر کافی دیر ٹھہرا تو بھی اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ جگہ اعتکاف کا محل ہے، لیکن مکروہ تنزیہی ہوگا، بلا ضرورت اس چیز کی مخالفت کی وجہ سے جس کا اس نے التزام کیا تھا۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص445، دارالفکر، بیروت)

معتکف کا جماعت کے لیے دوسری مسجد میں جانا

سوال: اگر اعتکاف والی مسجد میں جماعت نہیں ہوتی، تو کیا جماعت کے

لیے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے؟

جواب: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو جماعت کے لیے نکلنے کی اجازت ہے۔ (بہار شریعت، حصہ5، ص1024، مکتبۃ المدنیہ، کراچی)

معتکف کا تراویح پڑھانے کے لیے دوسری مسجد میں جانا

سوال: معتکف تراویح پڑھانے کے لئے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اعتکاف کے دوران تراویح کے لئے جانے کی اجازت نہیں اگر جائیں گے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں ایک حاجتِ طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسل۔ اگر مسجد میں وضو و غسل کے لئے جگہ بنی ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔ دوم حاجتِ شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لئے جانا، جیسا کہ ماقبل اس کا جزئیہ گزرا۔

اگر مسجد گر گئی یا کسی نے زبردستی نکال دیا تو؟

سوال: اگر وہ مسجد گر گئی یا کسی نے مجبور کر کے وہاں سے نکال دیا تو معتکف کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ مسجد گر گئی یا کسی نے مجبور کر کے وہاں سے نکال دیا اور فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے'' فَإِنْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ بِعُذْرٍ بِأَنْ انْهَدَمَ الْمَسْجِدُ أَوْ أُخْرِجَ مُكْرَهًا فَدَخَلَ مَسْجِدًا آخَرَ مِنْ سَاعَتِهِ لَمْ يَفْسُدْ اعْتِكَافُهُ اسْتِحْسَانًا هَكَذَا فِي الْبَدَائِعِ. وَكَذَا لَوْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ مَالِهِ فَخَرَجَ هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ '' ترجمہ: اگر معتکف عذر کی وجہ سے

مسجد سے نکلا مثلاً مسجد گرگئی یا کسی نے زبردستی نکال دیا، اور وہ فوراً ہی دوسری مسجد میں داخل ہوگیا تو استحساناً اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا، اسی طرح بدائع میں ہے، اسی طرح اگر معتکف کو اپنی جان یا مال کا خوف ہوا اور وہ مسجد سے نکلا تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا، اسی طرح تبیین میں ہے۔ (فتاوی ہندیه ،ج1،ص212،دارالفکر،بیروت)

سوال: شرعی وطبعی حاجت اور اضطراری حالت (جیسے مسجد گرگئی) کے علاوہ کسی ضروری کام کے لیے معتکف مسجد سے نکل سکتا ہے؟

جواب: نہیں نکل سکتا، لہٰذا اگر ڈوبنے یا جلنے والے کے بچانے کے لیے مسجد سے باہر گیا یا گواہی دینے کے لیے گیا یا جہاد میں سب لوگوں کا بلاوا ہوا اور یہ بھی نکلا یا مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ کے لیے گیا، اگرچہ کوئی دوسرا پڑھنے والا نہ ہو تو ان سب صورتوں میں اعتکاف فاسد ہوگیا۔

(بہار شریعت، حصہ5، ص1025، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی ہندیہ میں ہے ”وَلَا يَخْرُجُ لِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ.وَلَوْ خَرَجَ لِجنَازَةٍ يَفْسُدُ اعْتِكَافُهُ، وَكَذَا لِصَلَاتِهَا، وَلَوْ تَعَيَّنَتْ عَلَيْهِ أَوْ لِإِنْجَاءِ الْغَرِيقِ أَوْ الْحَرِيقِ أَوْ الْجِهَادِ إِذَا كَانَ النَّفِيرُ عَامًّا أَوْ لِأَدَاءِ الشَّهَادَةِ هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ .وَكَذَا إِذَا خَرَجَ سَاعَةً بِعُذْرِ الْمَرَضِ فَسَدَ اعْتِكَافُهُ هَكَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ“ ترجمہ: معتکف مریض کی عیادت کے لئے نہیں نکل سکتا، اسی طرح بحر الرائق میں ہے، اگر معتکف جنازہ کے لئے نکلے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اسی طرح نماز جنازہ کے لیے نکلا اگرچہ معتکف کا پڑھنا متعین ہو یعنی اور کوئی پڑھنے والا نہ ہو، (اسی طرح) ڈوبنے والے اور جلنے والے کو بچانے کے لیے نکلا یا جہاد کے لیے نکلا جب نفیر (اعلانِ جہاد) عام ہو یا گواہی دینے کے لئے جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اسی طرح تبیین میں ہے، ایسے ہی عذر کی وجہ سے اگر ایک

ساعت بھی معتکف باہر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اسی طرح ظہیریہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیه ،ج1،ص212،دارالفکر،بیروت)

سوال: اگر منت مانتے وقت یہ شرط کر لی کہ مریض کی عیادت اور نماز جنازہ اور مجلس علم میں حاضر ہوگا، تو کیا یہ شرط جائز ہے؟

جواب: اگر منت مانتے وقت یہ شرط کر لی کہ مریض کی عیادت اور نماز جنازہ اور مجلس علم میں حاضر ہوگا تو یہ شرط جائز ہے۔ اب اگر ان کاموں کے لیے جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا، مگر خالی دل میں نیّت کر لینا کافی نہیں بلکہ زبان سے کہہ لینا ضروری ہے۔ (بہار شریعت، حصہ5، ص1025، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی ہندیہ میں ہے ”وَلَوْ شَرَطَ وَقْتَ النَّذْرِ الِالْتِزَامَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَصَلَاةِ الْجِنَازَةِ وَحُضُورِ مَجْلِسِ الْعِلْمِ يَجُوزُ لَهُ ذَلِكَ“ ترجمہ: اگر اعتکاف کی نذر کے وقت ہی عیادت مریض، نماز جنازہ اور مجلس علم میں حاضر ہونے کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے۔

(فتاوی ہندیه ،ج1،ص212،دارالفکر،بیروت)

معتکف کو باہر قرض خواہ نے ایک ساعت کے لئے روک لیا تو؟

سوال: معتکف (مسجد میں استنجاء خانہ) نہ ہونے کی صورت میں پیشاب وغیرہ کے لیے باہر گیا، راستہ میں قرض خواہ نے روک لیا، کیا حکم ہے؟

جواب: پاخانہ پیشاب کے لیے گیا تھا، قرض خواہ نے روک لیا اعتکاف فاسد ہوگیا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ”وَلَوْ خَرَجَ لِبَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ فَحَبَسَهُ الْغَرِيمُ سَاعَةً فَسَدَ اعْتِكَافُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى“ ترجمہ: معتکف جب بول و براز کے لئے مسجد سے باہر گیا تو وہاں پر قرض خواہ نے ایک ساعت کے لئے اس کو

روک لیا تو امام اعظم امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص212،دارالفکر،بیروت)

اگر معتکف نے اپنی بیوی سے جماع یا بوس وکنار کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر معتکف نے اپنی بیوی سے جماع یا بوس وکنار کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: معتکف کو وطی کرنا اور عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔ جماع سے بہرحال اعتکاف فاسد ہوجائے گا، انزال ہو یا نہ ہو قصداً ہو یا بھولے سے مسجد میں ہو یا باہر رات میں ہو یا دن میں، جماع کے علاوہ اوروں میں اگر انزال ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں، احتلام ہوگیا یا خیال جمانے یا نظر کرنے سے انزال ہوا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''فَيَحْرُمُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ الْجِمَاعُ وَدَوَاعِيهِ نَحْوَ الْمُبَاشَرَةِ وَالتَّقْبِيلِ وَاللَّمْسِ وَالْمُعَانَقَةِ وَالْجِمَاعِ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ، وَالْجِمَاعُ عَامِدًا أَوْ نَاسِيًا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا يُفْسِدُ الِاعْتِكَافَ أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ، وَمَا سِوَاهُ يُفْسِدُ إذَا أَنْزَلَ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ لَا يُفْسِدُ هَكَذَا فِي الْبَدَائِعِ .وَلَوْ أَمْنَى بِالتَّفَكُّرِ وَالنَّظَرِ لَا يُفْسِدُ اعْتِكَافَهُ كَذَا فِي التَّبْيِينِ وَكَذَا لَوْ احْتَلَمَ كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ'' ترجمہ: معتکف پر جماع اور دواعی جماع جیسے مباشرت فاحشہ، بوسہ لینا، چھونا، گلے لگانا اور فرج کے علاوہ میں جماع کرنا حرام ہے، اس میں دن اور رات برابر ہیں، جماع عمداً ہو یا سہواً، انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بہرصورت اعتکاف ٹوٹ جائے گا، جبکہ باقی صورتوں میں انزال ہونے کی صورت میں تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اگر انزال نہ ہوا تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا، اسی طرح بدائع الصنائع میں ہے، اگر برے خیالات کی وجہ سے منی خارج ہوگئی تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا، اسی طرح تبیین میں ہے، اسی طرح احتلام کی صورت میں اعتکاف نہ

ٹوٹے گا، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ ،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

جوہرہ نیرہ میں ہے ''(قَوْلُهُ وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ الْوَطْءُ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ فَإِنْ قِيلَ كَيْفَ يَسْتَقِيمُ ذِكْرُ الْوَطْءِ فِي الْمَسَاجِدِ وَهُوَ حَرَامٌ فِي الْمَسْجِدِ لِغَيْرِ الْمُعْتَكِفِ أَيْضًا .قِيلَ لِأَنَّهُ لَمَّا قَالَ وَلَا يَخْرُجُ مِنْ الْمَسْجِدِ إلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ فَرُبَّمَا يَتَوَهَّمُ أَنَّهُ مِنْ حَاجَةِ الْإِنْسَانِ فَلِهَذَا قَالَ وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ الْوَطْءُ'' ترجمہ: معتکف پر وطی حرام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم مسجد میں اعتکاف کی حالت میں باہم جماع نہ کرو، پھر اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں پر مساجد میں وطی کے حرام ہونے کا ذکر کیسے صحیح ہے حالانکہ وہ تو غیر معتکف کے لئے بھی حرام ہے، تو اس کو جواب دیا جائے گا کہ جب کہا کہ معتکف حاجت انسان کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے تو وہم ہوسکتا تھا کہ جماع بھی تو حاجت انسان میں سے ہے اس کے لئے بھی معتکف جا سکتا ہے، لہٰذا اس وہم کو دور کرتے ہوئے کہا کہ معتکف پر وطی حرام ہے۔

(الجوہرۃ النیرہ،ج1،ص146،المطبعۃ الخیریہ)

معتکف نے دن میں بھول کر کھا پی لیا تو اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

سوال: معتکف نے دن میں بھول کر کھا پی لیا تو اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

جواب: معتکف نے دن میں بھول کر کھا لیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''إذَا أَكَلَ الْمُعْتَكِفُ نَهَارًا نَاسِيًا لَا يَضُرُّهُ؛ لِأَنَّ حُرْمَةَ الْأَكْلِ لِأَجْلِ الصَّوْمِ لَا لِأَجْلِ الِاعْتِكَافِ كَذَا فِي النِّهَايَةِ'' ترجمہ: معتکف نے دن کو بھول کر کھا لیا تو اس کے اعتکاف میں فرق نہ آئے گا کیونکہ کھانے کی حرمت روزے کی وجہ سے ہے نہ کہ اعتکاف کی وجہ سے ایسا ہی نہایہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

سوال: اگر معتکف نے (معاذ اللہ) گالی گلوچ یا کسی جھگڑا کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: گالی گلوچ یا جھگڑا کرنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا مگر بے نور و بے برکت ہوتا ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے'' لَا يُفْسِدُ الِاعْتِكَافَ سِبَابٌ، وَلَا جِدَالٌ كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ ''ترجمہ: گالی دینے والے اور جھگڑا کرنے والے کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

کیا معتکف نکاح کرسکتا ہے؟

سوال: کیا معتکف نکاح کرسکتا ہے؟اسی طرح اگر بیوی کو طلاق رجعی دی ہو تو کیا رجعت کرسکتا ہے؟

جواب: معتکف نکاح کرسکتا ہے اور عورت کو رجعی طلاق دی ہے تو رجعت بھی کرسکتا ہے، مگر ان امور کے لیے اگر مسجد سے باہر ہوگا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔مگر جماع اور بوسہ وغیرہ سے اس کو رجعت حرام ہے، اگرچہ رجعت ہوجائے گی۔

(بہارشریعت،حصہ5،ص1026،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

فتاوی ہندیہ میں ہے'' وَيَجُوزُ لِلْمُعْتَكِفِ أَنْ يَتَزَوَّجَ وَيُرَاجِعَ كَذَا فِي الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ ''ترجمہ: معتکف کے لئے نکاح کرنا اور طلاق سے رجوع کرنا جائز ہے۔اسی طرح جوہرہ نیرہ میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ ،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

معتکف نے حرام مال یا نشے والی چیز کھائی تو اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

سوال: معتکف نے حرام مال یا نشے والی چیز کھائی تو اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

جواب: معتکف نے حرام مال یا نشہ کی چیز رات میں کھائی تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔مگر اس حرام کا گناہ ہوا، توبہ کرے۔فتاوی ہندیہ میں ہے'' وَإِذَا سَكِرَ الْمُعْتَكِفُ لَيْلًا لَمْ يُفْسِدْ اعْتِكَافَهُ؛ لِأَنَّهُ تَنَاوَلَ مَحْظُورَ الدِّينِ لَا مَحْظُورَ الِاعْتِكَافِ كَمَا لَوْ أَكَلَ مَالَ الْغَيْرِ كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ ''ترجمہ: معتکف نے رات کو اگر نشہ آور چیز کھالی تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ اس کا یہ فعل محظور الدین تو ہے لیکن محظور الاعتکاف نہیں ہے، جیسا کہ معتکف کا غیر کے مال کو کھانا، ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ ،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

معتکف پر اگر بے ہوشی یا جنون طاری ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: معتکف پر اگر بے ہوشی یا جنون طاری ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: بے ہوشی اور جنون اگر طویل ہوں کہ روزہ نہ ہو سکے تو اعتکاف جاتا رہا اور قضا واجب ہے، اگرچہ کئی سال کے بعد صحت ہو اور اگر معتوہ یعنی بوہرا ہوگیا، جب بھی اچھے ہونے کے بعد قضا واجب ہے۔فتاوی عالمگیری میں ہے'' فَإِنْ تَطَاوَلَ الْجُنُونُ وَبَقِيَ سِنِينَ ثُمَّ أَفَاقَ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَقْضِيَ هَكَذَا فِي الْبَدَائِعِ وَإِنْ صَارَ مَعْتُوهًا ثُمَّ أَفَاقَ بَعْدَ سِنِينَ يَجِبُ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ ''ترجمہ: اگر جنون لمبا ہوگیا اور کئی سال رہا، پھر افاقہ ہوا تو اعتکاف کی قضا واجب ہوگی، اسی طرح بدائع میں ہے، اور اگر بوہرا ہوگیا پھر کئی سال بعد افاقہ ہوا تو اس پر بھی قضا ہوگی۔

(فتاوی عالمگیری،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

معتکف کا کپڑے تبدیل کرنا،خوشبو اور تیل لگانا کیسا ہے؟

سوال: معتکف کا کپڑے تبدیل کرنا،خوشبو اور تیل لگانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے"وَيَلْبَسُ الْمُعْتَكِفُ وَيَتَطَيَّبُ وَيَدْهُنُ رَأْسَهُ كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ"ترجمہ:معتکف کپڑے تبدیل کرسکتا ہے،خوشبواور تیل لگا سکتا ہے،ایسا ہی خلاصۃ الفتاوی میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

معتکف کا کھانے پینے اورسونے کے لیے مسجد سے باہر جانا؟

سوال:کیا معتکف کھانے پینے اورسونے کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے؟

جواب:معتکف مسجد ہی میں کھائے پیے سوئے ان امور کے لیے مسجد سے باہر ہوگا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔مگر کھانے پینے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔معتکف کے سوا اور کسی کو مسجد میں کھانے پینے سونے کی اجازت نہیں اور اگر یہ کام کرنا چاہے تو اعتکاف کی نیّت کرکے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے پھر یہ کام کرسکتا ہے۔درمختار میں ہے"(وَخُصَّ) الْمُعْتَكِفُ (بِأَكْلٍ وَشُرْبٍ وَنَوْمٍ وَعَقْدٍ احْتَاجَ إلَيْهِ)لِنَفْسِهِ أَوْ عِيَالِهِ فَلَوْ لِتِجَارَةٍ كُرِهَ۔۔فَلَوْ خَرَجَ لِأَجْلِهَا فَسَدَ لِعَدَمِ الضَّرُورَةِ "ترجمہ:معتکف کو مسجد میں کھانے، پینے،سونے اور بوقت ضرورت کوئی چیز خریدنے کی خاص طور پر اجازت ہے،خواہ خریداری اپنے لئے ہو یا گھر والوں کے لئے،اور اگر تجارت کے لئے کوئی چیز خریدی تو مکروہ ہے،اور اگر معتکف ان امور کے لئے مسجد سے باہر نکلے گا تو عدم ضرورت کی بنا پر اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

(ردالمحتار،ج،2ص448،دارالفکر،بیروت)

شامی میں ہے"وَنَصُّهُ يُكْرَهُ النَّوْمُ وَالْأَكْلُ فِي الْمَسْجِدِ لِغَيْرِ الْمُعْتَكِفِ وَإِذَا أَرَادَ ذَلِكَ يَنْبَغِي أَنْ يَنْوِيَ الِاعْتِكَافَ فَيَدْخُلَ فَيَذْكُرَ اللَّهَ

تَعَالَى بِقَدْرِ مَا نَوَى أَوْ يُصَلِّيَ ثُمَّ يَفْعَلَ مَا شَاءَ "ترجمہ:اس کی علت یہ ہے کہ غیر معتکف کے لئے مسجد میں سونا اور کھانا جائز نہیں ہے غیر معتکف جب کھانا، پینا اور سونا چاہے تو اعتکاف کی نیت کرلے اور مسجد میں داخل ہوکر بقدر نیت اللہ کا ذکر کرے یا نماز پڑھے پھر جو چاہے کرے۔ (ردالمحتار،ج،2ص448،دارالفکر،بیروت)

شامی میں ہے"وَالظَّاهِرُ أَنَّ مِثْلَ النَّوْمِ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ إذَا لَمْ يَشْغَلْ الْمَسْجِدَ وَلَمْ يُلَوِّثْهُ لِأَنَّ تَنْظِيفَهُ وَاجِبٌ "ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ کھانا اور پینا سونے کی مثل ہے جبکہ مسجد کو نہ گھیرے اور نہ ہی مسجد کو آلودہ کرے کیونکہ مسجد کو صاف رکھنا واجب ہے۔ (ردالمحتار،ج،2ص،دارالفکر،بیروت)

تیس دن کا اعتکاف

سوال:(1)ایک شخص 30 دن کا اعتکاف کرتا ہے جس میں پہلے 20 دن کا نفلی اعتکاف ہے اور آخری 10 دن کا سنت،آخری 10 دن کا تو پورا کرنا لازمی ہے کیا پہلے 20 دن کے اعتکاف کو بھی پورا کرنا ضروری ہے؟

(2)زید کہتا ہے کہ اگر توڑے گا تو گناہ گار ہوگا کیونکہ نفلی عبادت جب شروع کردی جائے تو پورا کرنا لازم ہوجاتا ہے۔

جواب:(1)پہلے 20 دن کے نفلی اعتکاف کو پورا کرنا ضروری نہیں یعنی بلا عذر بھی مسجد سے باہر آجائے تو گناہ نہیں لیکن مسجد سے باہر آتے ہی اعتکاف ختم ہو جائے گا پھر جب مسجد میں جائے تو اعتکاف کی نیت کرلے۔فتاوی عالمگیری میں ہے "اما فی النفل فلاباس بان یخرج بعذر وغیرہ فی ظاہر الروایہ وفی التحفۃ لا بأس فیہ بان یعود المریض و یشہد الجنازہ کذا فی شرح النقایہ" بہرحال نفلی اعتکاف تو ظاہرالروایہ کے مطابق اس میں عذر کے ساتھ اور بلا عذر مسجد

سے نکلنے میں حرج نہیں اور تحفہ میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ مریض کی عیادت کرے اور جنازے میں شرکت کرے ایسا ہی شرح نقایہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ،ج1،ص213،مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(2) زید کا قول درست نہیں اور اس کی دلیل بھی غلط ہے ورنہ تو یہ لازم آئے گا کہ جو بھی نفلی عبادت جتنی مقدار میں نیت کر کے شروع کی جائے اس کا پورا کرنا لازم ہے حالانکہ یہ تصریحاتِ فقہاء کے خلاف ہے فقہاء تصریح فرماتے ہیں کہ جس نے چار رکعت کی نیت سے نفل شروع کیے وہ دو رکعت ہی شروع کرنے والا قرار دیا جائے گا جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے''نوی ان یتطوع اربعاً وشرع فھو شارع فی الرکعتین عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالی کذا فی القنیۃ''جس نے چار رکعت نفل کی نیت کر کے نماز شروع کی تو امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دو رکعت ہی شروع کرنے والا کہلائے گا جیسا کہ قنیہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ،ج1،ص113،مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔''نفل نماز شروع کی اگرچہ چار کی نیت باندھی جب بھی دو ہی رکعت شروع کرنے والا قرار دیا جائے گا کہ نفل کا ہر شفع (دو رکعت) علیحدہ علیحدہ نماز ہے۔''

(بہار شریعت، حصہ4،ص12،ضیاء القرآن،لاہور)

اسی میں ہے''چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور شفع اول اور ثانی میں توڑ دی تو دو رکعت قضا واجب ہوگی۔''

(بہار شریعت، حصہ4،ص12،ضیاء القرآن،لاہور)

مذکورہ بالا جزئیات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر نفلی عبادت میں جتنی کی نیت کی اتنی مقدار کو پورا کرنا ضروری نہیں، ہاں اتنی مقدار تک پورا کرنا ضروری ہے جتنی مقدار تک وہ عبادت شمار ہو سکے جیسے دو رکعت نفل کی نیت کی یا چار رکعت نفل کی

نیت کی تو دو رکعت کو پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ دو رکعت سے کم نفل مشروع نہیں جبکہ نفلی اعتکاف کے لیے کوئی بڑی مقدار ضروری نہیں ایک لمحے کا اعتکاف بھی ہو سکتا ہے، تھوڑی دیر کا اعتکاف بھی عبادت ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں''واقلہ نفلاً ساعۃ من لیل او نھار عند محمد وھو ظاھر الروایہ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ وبہ یفتی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین''ترجمہ: امام محمد کے نزدیک کم از کم نفلی اعتکاف دن اور رات میں ایک ساعت ہے اور امام اعظم سے بھی ظاہر الروایۃ میں یہی ہے کیونکہ نفل کی بناء آسانی پر ہے اور اسی پر فتوی ہے، عرف فقہاء میں ساعت کا مفہوم زمانے کا ایک جز ہے نہ کہ چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ۔

(درمختار، ج1،ص156،مجتبائی دہلی)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''اعتکاف نفل کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے اگرچہ بے روزہ ہو ولہذا چاہیے کہ جب نماز کو مسجد میں آئے نیت اعتکاف کر لے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہو جائے گی۔'' (فتاوی رضویہ، ج10،ص654،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

لہذا اس کے کرنے کے بعد مسجد سے باہر آیا جا سکتا ہے اگرچہ 20 دن کے اعتکاف کی نیت کی ہو۔ درمختار میں ہے''(فَلَوْ شَرَعَ فِی نَفْلِہٖ ثُمَّ قَطَعَہُ لَا یَلْزَمُہُ قَضَاؤُہُ) لِأَنَّہُ لَا یُشْتَرَطُ لَہُ الصَّوْمُ (عَلَی الظَّاھِرِ) مِنْ الْمَذْھَبِ''ترجمہ: اگر کسی نے نفل اعتکاف شروع کر کے توڑ دیا تو اس پر اس کی قضا لازم نہیں ہے، کیونکہ نفلی اعتکاف کے لئے ظاہر مذہب میں روزہ شرط نہیں ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج2،ص445،دارالفکر،بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے''وَلَوْ اعْتَکَفَ الرَّجُلُ مِنْ غَیْرِ أَنْ یُوجِبَ عَلَی

نَفْسِهِ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّة" ترجمہ: اگر کسی نے اپنے اوپر لازم کئے بغیر اعتکاف کیا (یعنی نفلی اعتکاف کیا) پھر مسجد سے باہر نکل آیا تو اس پر کچھ نہیں ہے، اسی طرح ظہیریہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، ج1، ص214، دارالفکر، بیروت)

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہمیشہ جلوس مسجد میں نیت اعتکاف رکھے" مزید حاشیہ میں فرماتے ہیں "روایت مفتی بہا پر اعتکاف کے لیے کوئی مقدار معین نہیں ایک لحہ کا بھی ہوسکتا ہے، نہ اس کے لیے روزہ شرط، تو آدمی کو ہر مسجد میں ہر وقت اس کا لحاظ کرنا چاہئے کہ جب داخل ہوا اعتکاف کی نیت کرلے جب تک رہے گا اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا، پھر یہ نیت اسے کچھ پابند نہ کرے گی۔ جب چاہے باہر آئے اسی وقت اعتکاف ختم ہوجائے گا فان الخروج فی النفل المطلق منہ لامفسد کما نصوا علیہ (کیونکہ نفلی طواف میں مسجد سے نکلنا اعتکاف کا اختتام ہے مفسد نہیں جیسا کہ اس پر تصریح کی گئی ہے) لوگ اپنی ناواقفی یا بے خیالی سے اس ثواب عظیم کو مفت کھوتے ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج10، ص827، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اجتماعی اعتکاف

سوال: اجتماعی اعتکاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس طرح اعتکاف نہیں ہوتا، اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب: اجتماعی اعتکاف کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ حدیث پاک سے ثابت ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اجتماعی اعتکاف کرنے کی ترغیب دلائی ہے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث پاک میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے 20 دن اعتکاف کرنے کے بعد صحابہ سے ارشاد فرمایا ((**من کان اعتکف معی، فلیعتکف العشر الأواخر**)) ترجمہ: جو میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ آخری عشرے کا اعتکاف کرلے۔

(بخاری شریف، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الأواخر، والاعتکاف فی المساجد کلہا، جلد3، صفحہ48، دار طوق النجاۃ، مصر)

اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ میں کسی کام کے ناجائز ہونا تو دور کی بات مکروہ تنزیہی ثابت کرنے کے لئے بھی دلیل شرعی چاہئے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں "لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالی باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لابدلھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی تحریم الخمر امّ الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی "ترجمہ: احتیاط اس بات میں نہیں کہ کسی شئی کو حرام یا مکروہ کہہ دیا جائے بلکہ احتیاط تو قول اباحت میں ہے کیونکہ اباحت اصل ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے شارع ہونے کے باوجود تمام خباثتوں کی جڑ شراب کو حرام قرار دینے میں اس وقت

تک توقف کیا جب تک آپ پر نص قطعی نازل نہیں ہوئی۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الاشربة، جلد 6، صفحہ 459، دار الفکر، بیروت)

فی زمانہ علم دین نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو عبادت تو عبادت ایمان وکفریات تک کی معلومات نہیں ہوتیں اور عوام دین سیکھنے کے لئے وقت بھی نہیں دیتی۔ اعتکاف کے نام پر کئی مسلمان جمع ہوجاتے ہیں یوں دس دن میں دین کی بنیادی معلومات جن کا سیکھنا فرض ہے ان کو سیکھنا اور سکھانا آسان ہوجاتا ہے جو کہ ایک محبوب ومرغوب امر ہے۔ قرآن پاک اور کثیر احادیث مبارکہ میں دین سیکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے ﴿یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ﴾ ترجمۃ القرآن کنز الایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

(پارہ 28، سورة المجادلہ، آیت نمبر 11)

ارشاد باری ہے ﴿ھَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ط اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَاب﴾ ترجمۃ القرآن کنز الایمان: کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

(پارہ 23، سورة الزمر آیت نمبر 9)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((طلب العلم افضل عند اللہ من الصلاة والصیام والحج والجھاد فی سبیل اللہ تعالی)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم کا طلب کرنا نماز، روزے، حج اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے سے افضل ہے۔

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، کتاب العلم، حدیث 28655، جلد 10، صفحہ 228، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حضرت جعفر بن محمد خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لا اعرف شیئا افضل من العلم باللہ و باحکامہ فان الاعمال لا تزکو الا بالعلم ومن لا علم عندہ فلیس لہ عمل و بالعلم عرف اللہ واطیع ولا یکرہ العلم الا منقوص" ترجمہ: میں کوئی چیز معرفتِ الٰہی عزوجل وعلم احکامِ الٰہی عزوجل سے بہتر نہیں جانتا، اعمال بے علم کے پاک نہیں ہوتے۔ بے علم کے سب عمل برباد ہیں۔ علم ہی سے اللہ عزوجل کی معرفت ہوتی اور اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ علم کو وہ ہی ناپسند رکھے گا جو کم بخت ہو۔

(الطبقات الکبری للشعرانی، جلد 1، صفحہ 118، مصطفےٰ البابی، مصر)

اس طرح کے اجتماعی اعتکاف میں اگرچہ انفرادی عبادت کم ہوتی ہے مگر کئی لوگ گناہوں سے تائب اور نمازی بن جاتے ہیں، اور حدیث پاک میں ہے ((لترک ذرة مما نهی الله عنه أفضل من عبادة الثقلين رواه صاحب الکشف)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ممنوع کردہ چیزوں میں سے ایک ذرہ کو ترک کردینا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے، اس کو صاحب کشف نے روایت کیا ہے۔

(حاشیة الطحطاوی، فصل فیمایجوز به الاستنجاء، ج 1، ص 49، دار الکتب العلمیه، بیروت)

آدابِ مسجد

معتکف کا سگریٹ،حقہ اور نسوار استعمال کرنا کیسا؟

سوال: سنتِ اعتکاف والے کا افطاری کے بعد یا سحری سے پہلے سگریٹ، حقہ،نسوار وغیرہ استعمال کرنا کیسا؟

جواب: معتکف کو مذکورہ بالا چیزیں استعمال کرنا منع ہیں کیونکہ ان کو مسجد یا فنائے مسجد میں استعمال کرنے سے مسجد اور فنائے مسجد میں گندگی پھیلتی ہے اور ان کو صاف رکھنے اور گندگی سے بچانے اور صاف رکھنے کا حکم ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**وعهدنا الیٰ ابراھم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعٰکفین والرکع السجود** o﴾ ترجمہ:اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم واسمٰعیل (علیہما السلام) کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع وسجود والوں کے لئے۔

(پ1،سورۃ البقرۃ،آیت125)

اسی طرح ان کے استعمال سے مسجد کو بدبو سے بچانا بہت مشکل ہے اور مسجدوں کو بدبو سے بچانے کا حکم ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں((**جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراء کم وبیعکم وخصوماتکم ورفع أصواتکم وإقامة حدودکم وسل سیوفکم واتخذوا علی أبوابها المطاهر وجمروها فی الجمع**)) ترجمہ:بچوں، پاگلوں،خرید وفروخت،لڑائی جھگڑوں، چیخ وپکار،قیامِ حدود،تلواروں کے شور سے اپنی مساجد کو بچاؤ اور وضوخانہ وغسل خانہ ولیٹرین وغیرہ مسجد کے دروازے کے قریب بناؤ(تاکہ ان کی وجہ سے مسجد میں بدبو نہ آئے اور مسجد کی صفائی ستھرائی متأثر نہ ہو)اور جمعہ کے دن مساجد کو خوشبودار کیا کرو۔

(سنن ابن ماجه، مایکره فی المساجد،صفحه54،کراچی)

اگر معتکف ان چیزوں کو استعمال کرنے کے لئے مسجد اور فنائے مسجد سے باہر جائے گا تو اعتکاف ہی ٹوٹ جائے گا۔کیونکہ معتکف صرف حاجتِ شرعی اور طبعی کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے۔ان چیزوں کا استعمال حاجت شرعی اور طبعی میں داخل نہیں۔درمختار میں ہے"(حرم علیه)ای علی المعتکف۔۔(الخروج الالحاجةالانسان)طبعیة کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنه الاغتسال فی المسجد کذا فی النهر(او) شرعیة کعید واذان لو مؤذناً وباب المنارة خارج المسجدالخ" ترجمہ:معتکف کو حاجت طبعی اور حاجتِ شرعی کے علاوہ مسجد سے نکلنا حرام ہے،حاجت طبعی جیسا کہ پیشاب، پاخانہ،فرض غسل جبکہ مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہوا ایسا ہی نہر میں ہے،حاجتِ شرعی جیسا کہ عید یا جمعہ کے لئے جانا یا اذان کہنے کے لئے منارہ پر جانا ،جبکہ منارہ پر جانے کے لئے باہر ہی سے راستہ ہو۔

(درمختارمع ردالمحتار،ج3،ص434،دارالکتب العلمیه،بیروت)

معتکف کا گھر سے آنے والوں سے گفتگو کرنے کا حکم

سوال: مسجد کے نمازیوں یا گھر سے آئے ہوئے افراد کے ساتھ بیٹھ کر ضرورت کی گفتگو کرنا کیسا ہے؟

جواب: معتکف نمازیوں یا گھر سے آئے ہوئے افراد سے ضرورت کی جائز گفتگو کرسکتا ہے، بلاضرورت گفتگو نہ کرے کہ بلاضرورت مسجد میں مباح گفتگو بھی نیکیوں کو ایسے کھاتی ہے جیسے لکڑی آگ کو۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"الکلام المباح فی المسجد مکروه یأکل الحسنات "ترجمہ:مباح کلام مسجد میں مکروہ ہے اور نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح،ج2،ص449،مکتبه رشیدیه،کوئٹه)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں"جس بات میں نہ

ثواب ہونہ گناہ یعنی مباح بات بھی معتکف کومکروہ ہے مگر بوقتِ ضرورت (کرسکتا ہے)اور بےضرورت مسجد میں مباح کلام نیکیوں کوایسے کھاتا ہے جیسےلکڑی آگ کو۔"

(بہار شریعت،حصہ5،ص1027،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

معتکف کومسجد میں اگراحتلام ہوگیاتو کیا کرے؟

سوال:معتکف کومسجد میں سوتے ہوئے احتلام ہوگیاتو کیا کرے؟

جواب:مسجد میں سویا تھا اوراحتلام ہوگیا تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمّم کرکے نکل آئے اور غسل کرے۔امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں"معتکف مسجد میں سوتا تھا۔۔اورنہانے کی حاجت ہوئی یہ لوگ مسجد میں چل سکتے ہیں نہ ٹھہر سکتے ہیں نہ مسجد میں غسل ہوسکتا ہے ناچار یہ صورتِ عجز ہوئی فوراً تیمّم کریں اگرچہ مسجد کی زمین یا دیوار سے اور معاً باہر چلے جائیں اگر جاسکتے ہوں اوراگر باہر جانے میں بدن یامال پر صحیح اندیشہ ہے تو تیمّم کے ساتھ بیٹھے رہیں،بیٹھنے کی صورت میں تیمّم ضرورواجب ہے۔۔اورنکلنے کی صورت میں بہت اکابر اس تیمّم کوصرف مستحب جانتے ہیں اورفوراً بلاتیمّم نکل جانا بھی جائز جانتے ہیں اور احوط تیمّم ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج3،ص478،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں"مسجد میں سویا تھااورنہانے کی ضرورت ہوگئی تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمّم کرکے نکل آئے تاخیرحرام ہے۔ (بہار شریعت ،حصہ 2،ص33،مطبوعہ ضیاء القرآن،لاہور)

معتکف کاموبائل فون استعمال کرنا کیسا؟

سوال:حالتِ اعتکاف میں موبائل فون استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب:معتکف چندشرائط کے ساتھ موبائل استعمال کرسکتا ہے:

(1)اس کی بیل گانے یاباجے پر مشتمل نہ ہو۔

(2)اس پرفضول گفتگونہ کرے،صرف ضرورت کی جائز گفتگوکرے۔

(3)اس کی گفتگو سے کسی کی نمازیادیگرعبادات میں خلل نہ آئے۔

(4)اپنے موبائل کی خود حفاظت کرے،یہ نہ ہوکہ گم ہونے کی صورت میں مسجد میں تلاش کرتا پھرے کیونکہ مسجد میں گمشدہ چیز کوتلاش کرنا منع ہے۔اگران میں سے کسی شرط کی پابندی نہیں کرسکتا تو موبائل استعمال کرنے کی اجازت نہیں،اوربہتر یہی ہے کہ اگرکوئی مجبوری نہ ہوتو موبائل کواستعمال نہ کرے۔

معتکف کامسجد کی تعمیر کے لیے چندہ کرنے کاحکم

سوال: کیا معتکف کامسجد کی تعمیر کے لئے ضرورتاً چندہ اکٹھا کرنا اور لوگوں کو ترغیب دلانا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں!معتکف کے لئے مسجد کی تعمیر کا چندہ کرنا اوراس کی ترغیب دلانا جائز بلکہ مستحب ہے۔

کیامعتکف مسجد میں خریدوفروخت کرسکتا ہے؟

سوال: کیامعتکف مسجد میں خریدوفروخت کرسکتا ہے؟

جواب:معتکف کواپنی یابال بچوں کی ضرورت سے مسجد میں کوئی چیزخریدنا یا بیچنا جائز ہے،بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو یا ہوتو تھوڑی ہوکہ جگہ نہ گھیرے اوراگر خریدوفروخت بقصدِ تجارت ہوتو ناجائز اگرچہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو۔درمختار میں ہے "(وَخُصَّ) الْمُعْتَكِفُ (بِأَكْلٍ وَشُرْبٍ وَنَوْمٍ وَعَقْدٍ احْتَاجَ إلَيْهِ)لِنَفْسِهِ أَوْ عِيَالِهِ فَلَوْ لِتِجَارَةٍ كُرِهَ "ترجمہ:صرف معتکف کومسجد میں کھانے،پینے،سونے اور

بوقت ضرورت کوئی چیز خریدنے کی اجازت ہے،خواہ خریداری اپنے لئے ہو یا گھر والوں کے لئے ،اوراگرتجارت کے لئے کوئی چیز خریدی تو مکروہ ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار،ج،2ص448،دارالفکر،بیروت)

شامی میں ہے’’(وَکُرِهَ) أَیْ تَحْرِیمًا لِأَنَّهَا مَحَلُّ إطْلَاقِهِمْ بَحْرٌ (إحْضَارُ مَبِيعٍ فِيهِ) كَمَا كُرِهَ فِيهِ مُبَايَعَةُ غَيْرِ الْمُعْتَكِفِ مُطْلَقًا لِلنَّهْيِ‘‘ ترجمہ:مسجد میں معتکف کے لئے مبیع کوحاضر کرنا مکروہ تحریمی ہے جس طرح کہ غیر معتکف کا مسجد میں بیع کرنا مطلقاً مکروہ ہے اس بارے میں نہی وارد ہونے کی وجہ سے۔

(ردالمحتار،ج،2ص448،دارالفکر،بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے’’وَلَا بَأْسَ لِلْمُعْتَكِفِ أَنْ يَبِيعَ وَيَشْتَرِيَ الطَّعَامَ، وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَأَمَّا إذَا أَرَادَ أَنْ يَتَّخِذَ مَتْجَرًا فَيُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ هَكَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَالذَّخِيرَةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ ‘‘ترجمہ:معتکف کے لئے کھانے کوخریدنا، بیچنا اورجس کی اس کوحاجت ہو جائز ہے،اسی طرح فتاوی قاضی خان اورذخیرہ میں ہے،اوریہی صحیح ہے،اسی طرح تبیین میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

مسجد میں کھانے پینے اورسونے کے احکام

سوال:مسجد میں سونا کیسا ہے؟ اسی طرح مسجد میں کھانے پینے کا کیا حکم ہے؟ بظاھرابن ماجہ کی کتاب الاطعمہ کی روایت سے مسجد میں کھانے پینے کا جواز معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں حضورصلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں کھانا تناول فرمایا۔

جواب:مسجد میں معتکف کوسونا تو بالاتفاق بلاکراہت جائز ہے اوراس کے غیر کے لئے ہمارے علماء کے تین قول ہیں:

(1)**اول**:یہ کہ مطلقاً صرف خلاف اولیٰ ہے۔

(2)**دوم** :مسافرکوجائز ہےاس کے غیرکومنع۔

(3)**سوم**:معتکف کےسواکسی کوجائزنہیں۔

اقـــــول تحقیق امر(معاملہ کی تحقیق)یہ ہے کہ مرخص(اجازت یافتہ) وحاظر(ممنوع)جب جمع ہوں حاظر(ممنوع)کوترجیح ہوگی اوراحکام تبدلِ زمان سےمتبدل ہوتے ہیں،**ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل** ترجمہ:جوشخص اپنے زمانےکولوگوں کےاحوال سےآگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔

اورہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کاحکم صاف ہوجاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((**من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھٰذا**)) ترجمہ:جوکسی شخص کوسنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اس پرواجب ہے کہ اس سے کہے اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔

(صحیح مسلم ،باب النھی عن نشدالضالۃ فی المسجد ،ج 1،ص210، مطبوعہ نور محمد اصح ا لمطابع، کراچی)

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے((**اذارأیتم من یتباع فی المسجد فقولوا لااربح اللہ تجارتک**)) ترجمہ:جب تم کسی کومسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھوتو کہو:اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے ۔

(جامع الترمذی، ابواب البیوع باب النھی عن البیع فی المسجد ،ج 1،ص158،مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ ،دہلی)

اورظاہر ہے کہ مسجدیں سونے ،کھانے پینے کونہیں بنیں تو غیرمعتکف کواُن

میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب وہیبت سے عاری، مسجدیں چوپال ہوجائیں گی اور ان کی بےحرمتی ہوگی و کل مادی الی محظور محظور ترجمہ: ہر وہ شئی جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہوجاتی ہے۔

جو بخیالِ تہجّد یا جماعتِ صبح مسجد میں سونا چاہے تو اسے کیا مشکل ہے اعتکاف کی نیت کرلے کچھ حرج نہیں، کچھ تکلیف نہیں، ایک عبارت بڑھتی ہے۔ اور سونا بالاتفاق جائز ہوا جاتا ہے، منیۃ المفتی پھر غمز العیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر ردالمحتار میں ہے "واذا اراد ذلك ینبغی ان ینو ی الاعتکاف فیدخل فیذکراللّٰہ تعالیٰ بقدر مانوی اویصلی ثم یفعل ماشاء" ترجمہ: جب ارداہ کرے کھانے پینے کا، تو اعتکاف کی نیت کرے، پھر مسجد میں داخل ہوجائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر وہاں جو چاہے کرے۔

(ردالمحتار ،باب الاعتکاف ،ج2،ص246،مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

مسجد میں ایسا اکل وشُرب (کھانا پینا) جس سے اس کی تلویث ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ معتکف ہو، ردالمحتار باب الاعتکاف میں ہے "الظاھر ان مثل النوم الاکل والشرب اذا لم یشغل المسجدولم یلوثه لان تنظیفه واجب کما مر" ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ کھانا پینا جبکہ مسجد کو ملوث نہ کرے اور نہ مسجد کو مشغول رہے تو یہ سونے کی طرح ہے کیونکہ مسجد کی نظافت کا خیال نہایت ہی ضروری ہے جیسا کہ گزرا۔

(ردالمحتار ،باب الاعتکاف،ج2،ص249،مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے، اور جب ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو معتکف کو بالاتفاق بلاکراہت جائز ہے اور غیر معتکف میں وہی مباحث واختلاف عائد ہوں گے اور ہمیں ارشاد اقدس کا وہ

ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ((ان المساجد لم تبن لهذا)) ترجمہ: مساجد اس خاطر نہیں بنائی جاتیں۔

(صحیح مسلم ،باب النہی عن نشدالضالة فی المسجد ،ج1،ص210، مطبوعه نور محمد اصح المطابع، کراچی)

اعتکاف نفل کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار، صرف نیت کافی ہے، جتنی دیر بھی ٹھہرے به یفتی (اسی پر فتوی ہے۔) تو اختلاف میں پڑنے کی کیا حاجت۔

رہی حدیث ابن ماجہ، وہ ایک واقعہ عین ہے اور علماء بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں کہ وقائع عین کے لئے عموم نہیں ہوتا ممکن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اس وقت معتکف ہوں اور صحابی کو یہاں مسئلہ اکل (کھانے کا مسئلہ) بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ کہ مامسّته النار (وہ چیز جسے آگ چھولے) سے وضو نہیں، علاوہ بریں فعل وتقریر سے قول اور مبیح سے حاظر ارجح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویه ملخصاً،ج8،ص91تا95،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں "صحیح ومعتمد یہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا، سونا سوا معتکف کے کسی کو جائز نہیں، مسافر یا حضری اگر چاہتا ہے تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے، اور اس کے لئے نہ روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے، اعتکاف نفل ایک ساعت کا ہوسکتا ہے۔ مسجد کو گھر بنانا کسی کے لئے جائز نہیں، وہ لوگ بھی بہ نیت اعتکاف رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(فتاوی رضویه،ج8،ص95،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

معتکفین کامل کر کھانا

سوال: معتکفین کامل کر کھانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں ''مسجد میں سونا، کھانا بحالتِ اعتکاف جائز ہے، اگر جماعت معتکف ہوتو مل کر کھا سکتے ہیں، بہر حال یہ لازم ہے کہ کوئی چیز، شوربایا شیر وغیرہ کی چھینٹ مسجد مین نہ گرے، اورسوائے حالتِ اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ ہیں خاص کرایک جماعت کے ساتھ کہ مکروہ فعل کا اورلوگوں کوبھی اس میں مرتکب بناتا ہے۔ عالمگیری میں ہے''یکره النوم والاکل فیه الغیر المعتکف ''ترجمہ: مسجد میں سونااورکھانا غیرمعتکف کے لئے مکروہ ہے۔

(فتاوی ہندیه، کتاب الکراہیة، الباب الخامس فی آداب المسجد ،ج 5،ص321، مطبوعه نورانی کتب خانه ،پشاور) ☆(فتاوی رضویه، ج8، ص97، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بلاوجہ مسجد سے مسافر کونکالنا کیسا

سوال: زید اگر مسافرانہ طور پر کسی مقام پر وارد ہوااور وہاں اس کا کوئی ایسا شخص شناسا نہ ہو کہ جس کے مکان میں قیام کرسکے اور بسبب پابندی نماز جماعت ووضووغیرہ کسی مسجد میں ٹھہر جائے تو جائز ہے یانہیں اوراس کا سلف سے ثبوت ہے یانہیں، اور جوشخص زید کوبصورت مذکورہ جبراً مسجد سے نکالے اور کہے کہ یہ مسجد خالد کی ملک ہےاور میں چونکہ ملازمِ خالد ہو لہٰذا مجھے حکمِ خالد ہے کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو ہماری مسجد میں نہ رہنے دواوراس پر برسر پیکار ہوتو زید کومسجد سے نکالنا جائز ہے یا نہیں، اور مسجد کی ملک کی نسبت خالد کی جانب جائز ہے یانہیں؟ اور مسجد مذکورہ میں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی مسجد پر مسجد ضرار کی تعریف صادق ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے مسافر کومسجد میں ٹھہرنا بیشک جائز ہے، خود مسجد اقدس میں حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کے عہد اقدس میں حکم انور سے اصحابِ صفّہ رضی اللہ تعالٰی عنہم

قیام پذیر تھے مسجد سے بالجبراس کا اخراج ظلم ہے والظلمات یوم القیٰمة(ظلم قیامت کے روز تاریکیاں ہوگا)ہاں نظر بحالاتِ زمانہ بعض مساجد میں اجنبی غیر معروف کا قیام نامناسب ووجہِ اندیشہ ہوتا ہے جیسے صدہا سال مسجد مدینہ طیبہ کے دروازے بعدعشا بند کردیتے ہیں اورسوا خدام کے سب لوگ باہر کردئے جاتے ہیں، اگر واقعی ایسی صورت تھی تو بزمی کہنا چاہئے تھا اور مسجد کو خالد کی ملک کہنا ظلم ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وان المسٰجدللہ﴾ ترجمہ: مسجدیں خالص اللہ کے لئے ہیں۔

(پ29،سورة الجن،آیت18)

بہر حال اُس مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں، نہ وہ مسجد ضرار ہوسکتی ہے، یہ جہل محض ہے۔ پھر اگر یہ مسجد اموال وغیرہ سے محل احتیاط مذکورنہیں یا زید مشتبہ نہیں، تو اسے جبراً نکال دینے والے پر لازم ہے کہ اُس سے معافی چاہے کہ مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دینا بہت سخت ہے۔ ((من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ)) ترجمہ: جس نے کسی مسلمان کواذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اورجس نے مجھے اذیت دی اس نے بلاشبہ اللہ تعالی کواذیت دی۔

(الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحواله طبرانی اوسط،ج 6،ص9، مطبوعه دارالمعرفة، بیروت)☆(کنز العمال، ج16،ص10، مطبوعه مؤ سسة الرسالة، بیروت)☆(مجمع الزوائد، باب فیمن یتخطی رقاب الناس یوم الجمعة، ج2،ص179، مطبوعه دارالکتاب، بیروت)

زید کو چاہئے کہ اگر مسجد میں قیام کرے سونے اور کھانے سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کرکے کچھ ذکر الٰہی کرکے کھائے سوئے کہ مسجد میں کھانا سونا معتکف کو بلاخلاف جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی رضویه، ج8، ص101، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں

سوال: جولوگ عرس میں آئیں وہ مزار کے قریب مسجد ہی میں قیام کریں

اورمسجد وغیرہ استعمال کریں، کھانا وہاں کھائیں، دنیا کی بات کریں، اشعار پڑھیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ،ج8،ص91،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کرنا

سوال: جمعہ کی مسجد میں کرُسی پر بیٹھ کر وعظ کہنے کو بعض لوگ عدمِ سنت کہتے ہیں سنت ہونے کی دلیل چاہتے ہیں۔

جواب: واعظ کا کرسی پر مسجد میں بیٹھنا جائز ہے جبکہ نماز اور نمازیوں کا حرج نہ ہو، ایک آدھ بار حدیث سے یہ ثابت ہے مگر ایک آدھ بار سے فعل سنت نہیں بن جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ،ج8،ص108،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

مسجد میں چارپائی پر سونا

سوال: زید کہتا ہے کہ مسجد میں چارپائی پر سونا جائز ہے اور دلیل یہ دیتا ہے کہ آنحضرت اعتکاف کے موقع میں چارپائی پر سوئے تھے۔

جواب: حدیث قولی اور فعلی جب متعارض ہوں تو عمل حدیث قولی پر ہے **((ان المسٰجد لم تبن لھذا))** ترجمہ: مساجد کی بنا ان چیزوں کے لئے نہیں۔

(صحیح مسلم،باب النہی عن نشدالضالۃ فی المسجد،ج1،ص210، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹ پر سوار مسجد الحرام شریف میں داخل ہوئے اور یونہی کعبہ معظّمہ کا طواف فرمایا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے خون ان کے زخموں سے جاری تھا اُن کے لئے مسجد اقدس میں خیمہ نصب فرمایا کہ قریب سے عیادت

فرمائیں کہ سوا مسجد شریف کے کوئی مکان نشست کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہ تھا۔ کیا ان احادیث سے استناد کرکے کوئی ایسی جرأت کرسکتا ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ،ج8،ص108،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

مسجد میں استعمالی جوتا رکھنا کیسا؟

سوال: مسجد میں استعمالی جوتا رکھنا چاہئے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ جوتا رکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑ کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہو نہ دوسرے نمازی کے، نہ اپنے دہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے، نہ ان سے قطعِ صف ہو، اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔ (فتاوی رضویہ،ج8،ص109،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

نمازی کے سامنے جوتے کا ہونا کیسا؟

سوال: اکثر نمازی مسجد میں جوتا سامنے رکھتے ہیں، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ منع کا کہاں لکھا ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **((ان احدکم اذا قام فی الصلٰوۃ فانما یناجی ربہ وان ربہ بینہ وبین القبلۃ فلا یبزقن احدکم قبل قبلتہ، ولکن عن یسارہ او تحت قدمہ))** ترجمہ: تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وُہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور رب تعالیٰ کو نمازی اپنے اور قبلہ کے درمیان پاتا ہے تو کوئی قبلہ کی جانب نہ تھوکے، البتہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک دے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب حك البزاق بالید من المسجد، ج1،ص58، مطبوعہ قدیمی

كتب خانه ،کراچی)

اورفرمایا((**اذاقام احدكم الى الصلوٰة فلا يبصق امامه ، فانما يناجى الله ما دام فى مصلاه ولا عن يمينه فان عن يمينه ملكا وليبصق عن يساره اوتحت قدمه فيد فنها**)) ترجمہ:جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ نماز میں ہے اپنے رب سے ہم کلام ہے، نہ ہی دائیں طرف تھوکے کیونکہ اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے، البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے دفن کردے۔

(صحيح البخاری،كتاب الصلوٰة ،باب دفن النخامة فی ا لمسجد ،ج 1،ص59،مطبوعه قديمی كتب خانه، کراچی)

اورفرمایا((**اذا صلى احدكم فلا يضع نعليه عن يمينه ولا عن يساره فتكون عن يمين غيره الا ان لا يكون على يساره احد وليضعهما بين رجليه**)) ترجمہ:جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جوتے نہ دائیں طرف رکھے نہ بائیں طرف کیونکہ وہ کسی کی دائیں جانب ہوگی البتہ اس صورت میں جب بائیں جانب کوئی نہ ہو،اورانھیں اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے۔

(سنن ابوداؤد،كتاب الصلوٰة ،باب المصلی اذاخلع نعليه،ج 1،ص69،مطبوعه آفتاب عالم پريس، لاہور)☆(فتاوی رضویہ،ج8،ص109,110،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

مسجد میں وضوکرنا کیسا؟

سوال: بارش کے دن مسجد میں بیٹھ کر وضوکرنا اس طرح پر کہ غسالہ صحن مسجد میں گرے جائز ہے یانہیں؟ اگر جائز ہے تو مع الکراہت یا بلا کراہت؟

جواب: امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ''صحن مسجد مسجد ہے كما حققناه فی فتاوٰنا بما لامزيد عليه (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں اس انداز سے کردی ہے کہ اس پر

اضافہ کی گنجائش نہیں)اور مسجد میں وضو حرام۔ واستثناء موضع اعد لذلك لايصلى فيه معناه اذا كان الاعد ادمن الوقف قبل تمام المسجدية اما بعده فلايمكن منه الواقف نفسه فضلا عن غيره كما حققناه فيما على ردالمحتار علقناه واذا كان ذلك كذلك لم يكن الثنيا الاصوريا منقطعا كما لايخفى ۔ترجمہ:وضو کے لئے بنائی گئی جگہ جس میں نماز نہیں پڑھی جاتی اس سے مستثنی ہے اور اس کے استثناء کا مطلب یہ ہے کہ واقف نے تمام مسجدیت سے قبل وہ جگہ وضو کے لئے بنائی ہو لیکن تمام مسجدیت کے بعد تو خود واقف بھی اس پر شرعاً قادر نہیں چہ جائیکہ کوئی اور ایسا کرسکے جیسا کہ ہم نے ردالمحتار پر اپنی تعلیق میں اس کی تحقیق کی ہے اور جب صورت حال یہ ہے تو پھر یہ استثناء محض صوری و منقطع ہوگا، جیسا کہ مخفی نہیں۔

یہاں تک کہ غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں اس طرح وضو کرلے کہ ماءِ مستعمل برتن ہی میں گرے، ہاں صرف معتکف کو اس صورت کی رخصت دی گئی ہے بشرطیکہ کوئی بوند برتن سے باہر نہ جائے۔درمختار میں ہے''يحرم فيه(اى فی المسجد)الوضوء الافيما اعد لذلك''ترجمہ:مسجد میں وضو حرام ہے سوائے اس جگہ کے جو وضو کے لئے بنائی گئی ہے۔

(درمختار،باب مايفسد الصلوٰة،ج1،ص94،مطبع مجتبائی، دہلی)

اشباہ میں ہے''تكره المضمضة والوضوء فيه الاان يكون ثمه موضع اعد لذٰلك لايصلى فيه اوفى اناء ''ترجمہ:مسجد میں کلی کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے الا یہ کہ وہاں کوئی جگہ اسی مقصد یعنی وضو کے لئے بنائی گئی ہو جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو یا پھر کسی برتن میں وضو کیا جائے۔

(الاشباہ والنظائر ،الفن الثالث ،القول فی احکام المسجد ،ج2،ص230،ادارة القرآن، کراچی)

غمز العیون میں ہے ''فی البدائع یکرہ التوضی فی المسجد لانہ مستقذرطبعا فیجب تنزیہ المسجد عنہ کما یجب تنزیھہ عن المخاط والبلغم ''**ترجمہ: بدائع میں ہے کہ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس سے طبعاً گھن محسوس ہوتی ہے لہذا اس سے مسجد کو پاک رکھنا ایسے ہی واجب ہے جیسا کہ رینٹ اور بلغم سے مسجد کو پاک رکھنا۔**

(غمز العیون البصائرمع الاشباہ والنظائر ،القول فی احکام المسجد ،ج2،ص230،ادارۃ القرآن، کراچی)

اسی میں ہے:قولہ اوفی اناء اقول:ھذالیس علی العموم بل فی المعتکف فقط بشرط عدم تلویث المسجد ''**ترجمہ:اس کا کہنا کہ یا برتن میں وضو کرلے، میں کہتا ہوں کہ یہ حکم عموم پر نہیں بلکہ صرف معتکف کیلئے ہے اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مسجد ملوث نہ ہونے پائے۔**

(غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر،القول فی احکام المسجد ،ج 2،ص231،ادارۃ القرآن، کراچی)

بحرالرائق باب الاعتکاف میں ہے''فی البدائع وان غسل المعتکف رأسہ فی المسجد فلاباس بہ اذا لم یلوث بالماء المستعمل فان کان بحیث یتلوث المسجد یمنع منہ لان تنظیف المسجد واجب ولوتوضأ فی المسجد فی اناء فھو علی ھذا التفصیل انتھی بخلاف غیر المعتکف فانہ یکرہ لہ التوضی فی المسجد ولو فی اناء ان یکون موضعا اتخذ لذلك لایصلی فیہ''**بدائع میں ہے کہ اگر معتکف مسجد میں اس طرح سر دھوئے کہ مستعمل پانی سے مسجد ملوث نہ ہو تو حرج نہیں ورنہ ممنوع ہے کیونکہ مسجد کو پاک صاف رکھنا واجب ہے اور اگر وہ مسجد میں کسی برتن میں وضو کرے تب بھی وہی تفصیل ہے جو مذکور ہوئی (انتہی) بخلاف غیر معتکف کے کہ اس کے لئے مسجد میں وضو کرنا مکروہ**

ہے سوائے اس جگہ کے جو وضو کے لئے بنائی گئی ہو جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو۔

(بحرالرائق ،باب الاعتکاف،ج2،ص303،ایچ ایم سعید کمپنی ،کراچی)

تو اگر خروج ممکن ہے مثلاً بارش خفیف ہے یا چھتری وغیرہ آلات حفاظت پاس ہیں او باہر نکلنے سے معذور نہیں تو واجب ہے کہ باہر ہی وضو کرے اور اگر عذر قوی قابل قبول ہے تو اگر کوئی برتن وغیرہ میسر ہے جس میں بلا تلویث مسجد وضو کر سکے جب بھی صحن میں وضو حرام ہے بلکہ چاہئے کہ اعتکاف کی نیت کرلے اور برتن میں اس طرح وضو کرے کہ باہر چھینٹ نہ پڑے یا جو تدبیر ممکن ہو۔ایک سال اعتکاف میں شب کے وقت بارش بشدت تمام ہورہی تھی اور کوئی برتن اس اطمینان کا نہ تھا کہ وضو کرتے میں پانی قطرہ قطرہ سب اسی میں جائے، جاڑے کا موسم تھا فقیر نے توشک پر چادر چند تہہ کرکے رکھی اور اس پر وضو کیا کہ سب پانی چادر ہی میں رہا۔غرض جو طریقہ تحفظ مسجد کا ممکن ہو بجالائے ورنہ مجبوری بضرورت در میں بیٹھ کر اس طرح وضو کرے کہ خود سائے میں رہے اور پانی تمام وکمال موقع آب ومجرائے بارش میں گرے کہ ساتھ ہی مینہ اسے بہا تا لے جائے لان من قواعد الشرع ان الضرورات تبیح المحظورات **ترجمہ: کیونکہ شرعی قواعد میں سے ہے کہ ضرورتیں محظورات وممنوعات کو مباح وجائز کردیتی ہیں۔**

(الاشباہ والنظائر ،الفن الاول،القاعدۃ الخامسۃ،ج1،ص118،ادارۃ القرآن ،کراچی)

قد قال اللّٰہ تعالیٰ **ماجعل علیکم فی الدین من حرج** وقد رخصت الشریعۃ لعذر المطر فی ترك الجماعۃ وحضور المسجد مع وجوبھما علی المعتمد کما حققناہ فی رسالۃ لنا فی حکم الجماعۃ بل فی ترك الجمعۃ مع انھا فریضۃ قطعیۃ اجماعیۃ۔**ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔اور تحقیق شریعت نے بارش کی وجہ سے**

جماعت ترک کرنے اور مسجد میں حاضر نہ ہونیکی رخصت دی ہے حالانکہ مذہب معتمد پر یہ دونوں واجب ہیں، جیسا کہ ہم نے حکم جماعت سے متعلق اپنے رسالے میں اسکی تحقیق کی ہے، بلکہ جمعہ کو چھوڑنے کی بھی بسبب بارش رخصت دی گئی باوجود یکہ وہ فرض قطعی اجماعی ہے۔

(فتاوی رضویہ ملخصاً، ج16، ص284تا287، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مسجد میں ریح خارج کرنے کا حکم

سوال: مسجد میں حدث کرنا (ریح خارج کرنا) جائز ہے یا نہیں؟ اور معتکف کو حدث کرنا مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی طالبعلم باوجود حجرہ ہونے کے مسجد میں کتب بینی کرے اور حدث بھی کرے تو اب اس صورت میں مسجد میں بیٹھنا افضل ہے یا حجرہ میں؟ اور جو صاحب اس کو تسلیم نہ کریں ان کو کیا حکم ہے شریعت کا؟

جواب: مسجد میں حدث یعنی اخراج ریح غیر معتکف کو مکروہ ہے، اسے چاہیئے کہ ایسے وقت باہر ہوجائے پھر چلا آئے، طالب علم کو مسجد میں کتب بینی کی اجازت ہے جبکہ نمازیوں کا حرج نہ ہو، اور اخراجِ ریح کی حاجت نادر ہو تو اٹھ کر باہر چلا جائے، ورنہ سب سے بہتر یہ علاج ہے کہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھے اور کتاب دیکھے جبکہ کتاب علم دین کی ہو یا ان علوم کی جو علم دین کے آلہ ہیں، اور یہ اسی نیت سے اسے پڑھتا ہو، جو شخص غیر معتکف کو اخراج ریح مسجد میں خلافِ ادب نہیں جانتا غلطی پر ہے اسے سمجھا دیا جائے۔

یہ طریقہ اعتکاف کہ اوپر بیان ہوا اس کے لئے ہے جس کی ریح میں وہ بو نہ ہو جس سے ہوائے مسجد پر اثر پڑے، بعض لوگوں کی ریح میں خلقی بوئے شدید ہوتی ہے بعض کو بوجہ سوئے ہضم وغیرہا عارضی طور پر یہ بات ہوجاتی ہے ایسوں کو ایسے وقت

میں مسجد میں بیٹھنا ہی جائز نہیں کہ بوئے بد سے مسجد کا بچانا واجب ہے۔ ((وان الملٰئکۃ تتأذی ممایتاذی منہ بنو اٰدم، قالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)) ترجمہ: جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے اس سے فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نہی من اکل ثوما، ج1، ص209، قدیمی کتب خانہ، کراچی)☆(فتاوی رضویہ، ج16، ص288، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مسجد میں فضول گفتگو کرنا

سوال: مسجد میں بلاضرورت گفتگو کرنے کی کچھ وعیدیں بیان فرمادیں۔

جواب: حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمانِ ذی شان ہے ((یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَکُوْنُ حَدِیْثُھُمْ فِیْ مَسَاجِدِھِمْ فِیْ اَمْرِ دُنْیَاھُمْ فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَلَیْسَ لِلّٰہِ فِیْھِمْ حَاجَۃٌ)) ترجمہ: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مساجد میں دُنیا کی باتیں ہوں گی، تم ان کے ساتھ مت بیٹھو کہ ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ کام نہیں۔

(شُعَبُ الایمان، ج4، ص387، مکتبۃ الرشد للنشر، ریاض)

حضرتِ سیِّدُنا ابوہُرَیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں ((مَنْ سَمِعَ رَجُلًا یَنْشُدُ ضَالَّۃً فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَارَدَّھَا اللّٰہُ عَلَیْکَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِھٰذَا)) ترجمہ: جو کسی کو مسجد میں بآوازِ بلند گمشدہ چیز ڈھونڈتے سنیں تو وہ کہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ گمشدہ شے تجھے نہ ملائے، کیونکہ مسجدیں اس کام کیلئے نہیں بنائی گئیں۔

(صحیح مسلم، باب النہی عن نشدالضالۃ فی المسجد، ج1، ص210، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی)

مُحَقِّق عَلَی الْاِطْلَاق ابن ھُمام رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں((اَلْکَلَامُ الْمُبَاحُ فِی الْمَسْجِدِ مکروہٌ یَا کُلُ الْحَسَنَاتِ)) ترجَمہ: مسجِد میں مُباح (یعنی جائز) بات کرنا مکروہِ (تحریمی) ہے اور نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلوۃ،ج1،ص233،نوریہ رضویہ،سکھر)

سَیِّدُ نا اَنَس بن مالِک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا((اَلضَّحْکُ فِی الْمَسْجِد ظُلْمَۃٌ فِی الْقَبْرِ)) ترجَمہ: مسجِد میں ہنسنا قبر میں اندھیرا (لاتا) ہے۔

(الجامِعُ الصَّغیر،ج2،ص112،مکتبہ امام شافعی،ریاض)

اشباہ میں ہے((انہ یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب)) ترجمہ: بیشک وہ نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

(الاشباہ والنظائر،الفن الثالث ،القول فی احکام المساجد ،ج2،ص233،ادارۃ القرآن کراچی)

امام ابوعبداللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی کہ ((الحدیث فی المسجد یأکل الحسنات کما تأکل البھیمۃ الحشیش)) ترجمہ: مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔

(المدارک (تفسیر النسفی)،سورۃ لقمان،آیۃ ومن الناس من یشتری ،ج3،ص279،دارالکتاب العربی ،بیروت)

غمز العیون میں خزانۃ الفقہ سے ہے((من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ تعالیٰ عنہ عمل اربعین سنۃ)) ترجمہ: جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے عمل اکارت فرمادے۔

(غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر ،الفن الثالث فی احکام المسجد ،ج 2،ص233،ادارۃ القرآن، کراچی)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((سیکون فی اٰخر الزمان قوم یکون حدیثھم فی مساجد ھم لیس للہ فیھم حاجۃ)) ترجمہ: آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عزوجل کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں۔

(موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ،کتاب المواقیت ،ص99،المطبعۃ السلفیہ، مدینہ منورہ)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے((کلام الدنیا اذا کان مباحا صدقا فی المساجد بلاضرورۃ داعیۃ الیٰ ذٰلک کالمعتکف فی حاجتہ اللازمۃ مکروہ کراھۃ تحریم)) ترجمہ: دنیا کی بات جبکہ فی نفسہٖ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلاضرورت کرنی حرام ہے ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے بات کرے۔

(الحدیقۃ الندیۃ، کلام الدنیا فی المساجد بلاعذر،ج2،ص316,317،مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

اسی میں ہے((وروی ان مسجدا من المساجد ارتفع الی السماء شاکیا من اھلہ یتکلمون فیہ بکلام الدنیا فاستقبلتہ الملٰئکۃ وقالوا ابعثنا بھلاکھم)) ترجمہ: مروی ہوا کہ ایک مسجد اپنے رب کے حضور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ملائکہ اسے آتے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں۔

(الحدیقۃ الندیۃ، کلام الدنیا فی المساجد بلاعذر ،ج2،ص318،مکتبہ نوریہ رضویہ ،فیصل آباد)

اسی میں ہے((وروی ان الملٰئکۃ یشکون الی اللہ تعالیٰ من نتن فم المغتابین والقائلین فی المساجد بکلام الدنیا)) ترجمہ: روایت کیا گیا کہ جو لوگ غیبت کرتے ہیں (جو سخت حرام اور زنا سے بھی اشد ہے) اور جو لوگ مسجد

میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے منہ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔

(الحدیقة الندیة، کلام الدنیا فی المساجد بلاعذر ،ج2،ص318،مکتبہ نوریہ رضویہ ،فیصل آباد)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((**جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم وشراء کم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم**)) ترجمہ: اپنی مسجد کو بچاؤ اپنے ناسمجھ بچوں اور مجنونوں کے جانے اور خرید وفروخت اور جھگڑوں اور آواز بلند کرنے سے۔

(سنن ابن ماجہ ،ابواب المساجد،ص55،ایچ ایم سعید کمپنی ، کراچی)

عورتوں کا اعتکاف

کیا عورت مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے؟

سوال: کیا عورت فی زمانہ مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے۔

جواب: عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے "لَبْثُ (امْرَأَةٍ فِی مَسْجِدِ بَیْتِهَا) وَیُکْرَهُ فِی الْمَسْجِد " ترجمہ: عورت کا مسجدِ بیت میں ٹھہرنا اعتکاف ہے اور عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار،ج،2ص441،دارالفکر،بیروت)

عورت کہاں اعتکاف کرے؟

سوال: پھر عورت کہاں اعتکاف کرے؟

جواب: وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اُس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجدِ بیت کہتے ہیں اور عورت کے لیے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ مقرر کر لے اور چاہیے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ ہے کہ اس جگہ کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کر لے۔ بلکہ مرد کو بھی چاہیے کہ نوافل کے لیے گھر میں کوئی جگہ مقرر کر لے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ درمختار میں ہے "لَبْثُ (امْرَأَةٍ فِی مَسْجِدِ بَیْتِهَا) وَیُکْرَهُ فِی الْمَسْجِدِ، وَلَا یَصِحُّ فِی غَیْرِ مَوْضِعِ صَلَاتِهَا مِنْ بَیْتِهَا کَمَا إذَا لَمْ یَکُنْ فِیهِ مَسْجِدٌ وَلَا تَخْرُجُ مِنْ بَیْتِهَا إذَا اعْتَکَفَتْ فِیهِ" عورت کا مسجد بیت میں ٹھہرنا اعتکاف ہے ،اس کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے، کمرے میں نماز پڑھنے کی جگہ کے علاوہ جگہ اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ کمرے میں مسجد ہی نہ ہو، اور عورت مسجدِ بیت

سے نہیں نکلے گی جہاں اس نے اعتکاف کیا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص441، دارالفکر، بیروت)

اس کے تحت شامی میں ہے ”(فِی مَسْجِدِ بَيْتِهَا) وَهُوَ الْمُعَدُّ لِصَلَاتِهَا الَّذِي يُنْدَبُ لَهَا وَلِكُلِّ أَحَدٍ اتِّخَاذُهُ كَمَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ نَهْرٌ وَمُقْتَضَاهُ أَنَّهُ يُنْدَبُ لِلرَّجُلِ أَيْضًا أَنْ يُخَصِّصَ مَوْضِعًا مِنْ بَيْتِهِ لِصَلَاتِهِ النَّافِلَةِ أَمَّا الْفَرِيضَةُ وَالِاعْتِكَافُ فَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا لَا يَخْفَى “ مسجد بیت وہ مسجد ہے جو کہ گھر میں نماز کے لئے تیار کی گئی ہو، اس کا بنانا عورت اور ہر ایک کے لئے مستحب ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ مرد کے لئے بھی مستحب ہے کہ گھر میں اپنی نفل نماز کے لئے کوئی جگہ خاص کرے، جبکہ فرض نماز اور اعتکاف مرد مسجد ہی میں ادا کرے گا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ردالمحتار، ج2، ص441، دارالفکر، بیروت)

سوال: اگر عورت نے نماز کے لیے کوئی جگہ مقرر نہیں کر رکھی ہے تو کیا کرے؟

جواب: اگر عورت نے نماز کے لیے کوئی جگہ مقرر نہیں کر رکھی ہے تو گھر میں اعتکاف نہیں کر سکتی، البتہ اگر اس وقت یعنی جب کہ اعتکاف کا ارادہ کیا کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کر لیا تو اس جگہ اعتکاف کر سکتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے ”وَيَنْبَغِي أَنَّهُ لَوْ أَعَدَّتْهُ لِلصَّلَاةِ عِنْدَ إِرَادَةِ الِاعْتِكَافِ أَنْ يَصِحّ “ اگر عورت نے ارادۂ اعتکاف کے وقت نماز کے لئے کوئی جگہ تیار کر لی تو اس کا صحیح ہونا درست معلوم ہوتا ہے۔

(ردالمحتار، ج2، ص441، دارالفکر، بیروت)

عورت کا دورانِ اعتکاف مسجدِ بیت سے بلا حاجت نکلنا

سوال: کیا عورت دورانِ اعتکاف مسجدِ بیت سے بلا حاجت نکل سکتی ہے؟

جواب: نہیں! عورت دورانِ اعتکاف بلا حاجت مسجدِ بیت سے نہیں نکل سکتی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ”وَالْمَرْأَةُ تَعْتَكِفُ فِي مَسْجِدِ بَيْتِهَا إِذَا اعْتَكَفَتْ فِي مَسْجِدِ بَيْتِهَا فَتِلْكَ الْبُقْعَةُ فِي حَقِّهَا كَمَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ لَا تَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ كَذَا فِي شَرْحِ الْمَبْسُوطِ لِلْإِمَامِ السَّرَخْسِيِّ “ ترجمہ: عورت مسجد بیت میں اعتکاف کرے گی اور جب اعتکاف کرے گی تو وہ مسجد بیت کا ٹکڑا اس کے حق میں ایسے ہی ہے جیسے مرد کے لئے مسجدِ جماعت، بلا حاجت وہاں سے نہ نکلے، ایسا ہی امام سرخسی کی شرح مبسوط میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، ج1، ص211، دارالفکر، بیروت)

اگر عورت اعتکاف گاہ سے نکلے اگرچہ گھر میں رہے تو؟

سوال: عورت اگر بلا حاجت مسجدِ بیت سے نکلے مگر گھر میں ہی رہے تو کیا اس کے اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بلا حاجت عورت مسجدِ بیت سے نکلے گی تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ”وَلَا تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ مِنْ مَسْجِدِ بَيْتِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ هٰكَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيّ “ ترجمہ: عورت مسجد بیت سے گھر کی طرف نہ نکلے، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ، ج1، ص212، دارالفکر، بیروت)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”عورت نے مسجد بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی، اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی اعتکاف جاتا رہا۔“

(بہار شریعت، حصہ5، ص1023، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عورت کس کس حاجت سے مسجدِ بیت سے نکل سکتی ہے؟

سوال: عورت کس کس حاجت سے مسجدِ بیت سے نکل سکتی ہے؟

جواب: عورت صرف حاجتِ طبعی (یعنی وضو، استنجاء وغیرہ) کے لیے مسجدِ بیت سے نکل سکتی ہے، کیونکہ حاجتِ شرعی (جمعہ و جماعت) عورت کے لیے نہیں ہے۔

سوال: گھر میں ایک واش روم قریب ہے اور ایک دور تو کیا دور والے واش روم میں جا سکتی ہے؟

جواب: بلا عذر قریب کا واش روم چھوڑ کی دور والے واش روم میں نہ جائے، فتاوٰی ہندیہ میں ہے ''وإن كان له بيتان قريب وبعيد قال بعضهم لا يجوز أن يمضي إلى البعيد فإن مضى بطل اعتكافه كذا في السراج الوهاج'' ترجمہ: اگر معتکف کے دو گھر ہوں ایک قریب ایک دور تو بعض علماء نے فرمایا یہ جائز نہیں کہ دور جائے اگر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا جیسا کہ السراج الوہاج میں ہے۔

(فتاوٰی ہندیہ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، جلد1، صفحہ212، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بھول کر مسجدِ بیت سے نکلنا

سوال: ایک خاتون جنھوں نے گھر میں اعتکاف کیا تھا، وہ واش روم کے لئے نکلیں اور راستہ بھولنے کے سبب مین گیٹ کی طرف چل دی، ایک دوسری عورت وہ بھی اعتکاف میں تھی اُس کو روکنے کے لئے مسجدِ بیت سے باہر نکل گئی۔ کیا ان دونوں کا اعتکاف ٹوٹ گیا؟

جواب: جی ہاں دونوں کا اعتکاف ٹوٹ گیا کہ غلطی سے بھی اعتکاف کی

جگہ سے باہر نکلنے پر اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ فتاوٰی ہندیہ میں ہے ''وأما مفسداته فمنها الخروج من المسجد فلا يخرج المعتكف من معتكفه ليلا ونهارا إلا بعذر، وإن خرج من غير عذر ساعة فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى كذا في المحيط. سواء كان الخروج عامدا أو ناسيا هكذا في فتاوى قاضي خان'' ترجمہ: اعتکاف کے مفسدات میں سے ہے مسجد سے باہر نکل جانا۔ معتکف رات اور دن بغیر ضرورت اپنی جگہ سے باہر نہ نکلے، اگر ایک لمحہ کے لئے بغیر عذر نکلا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جیسا کہ محیط میں ہے۔ نکلنا چاہے قصداً ہو چاہے بھول کر حکم برابر ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔

(فتاوٰی ہندیہ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، جلد1، صفحہ212، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

عورت نے اعتکاف کی منت مانی تو کیا شوہر پورا کرنے سے روک سکتا ہے؟

سوال: عورت نے اعتکاف کی منت مانی، شوہر منع کرتا ہے، کیا کرے؟

جواب: عورت نے اعتکاف کی منت مانی تو شوہر منت پوری کرنے سے روک سکتا ہے اور اب بائن ہونے یا موتِ شوہر کے بعد منت پوری کرے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ''وَإِنْ نَذَرَتِ الْمَرْأَةُ بِالِاعْتِكَافِ فَلِلزَّوْجِ أَنْ يَمْنَعَهَا عَنْ ذَلِكَ۔۔وَإِنْ بَانَتْ قَضَتْ هَكَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ'' ترجمہ: اگر عورت نے اعتکاف کی منت مانی تو شوہر اس کو اعتکاف سے منع کر سکتا ہے، اب اگر بائن ہوگئی تو اس اعتکاف کی قضا کرے گی، اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، ج1، ص211، دارالفکر، بیروت)

کیا شوہر اجازت دینے کے بعد دوبارہ روک سکتا ہے؟

سوال: شوہر نے اجازت دے دی، عورت نے اعتکاف شروع کر دیا، کیا اب شوہر روک سکتا ہے؟

جواب: شوہر نے عورت کو اعتکاف کی اجازت دے دی اب روکنا چاہے تو نہیں روک سکتا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ''فَإِنْ أَذِنَ لَهَا الزَّوْجُ بِالِاعْتِكَافِ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَمْنَعَهَا بَعْدَ ذَلِكَ، وَإِنْ مَنَعَهَا لَا يَصِحُّ مَنْعُهُ'' ترجمہ: اگر شوہر نے بیوی کو اعتکاف کی اجازت دے دی تو اب اس کو منع نہیں کر سکتا، اگر اس نے منع کیا تو اس کا منع کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاوی ہندیه، ج1، ص211، دارالفکر، بیروت)

کیا خنثٰی بھی عورت کی طرح مسجدِ بیت میں اعتکاف کر سکتا ہے؟

سوال: کیا خنثٰی (ہیجڑا) بھی عورت کی طرح مسجدِ بیت میں اعتکاف کر سکتا ہے؟

جواب: خنثٰی مسجدِ بیت میں اعتکاف نہیں کر سکتا۔ درمختار میں ہے ''وَهَلْ يَصِحُّ مِنَ الْخُنْثَى فِي بَيْتِهِ لَمْ أَرَهُ وَالظَّاهِرُ لَا لِاحْتِمَالِ ذُكُورِيَّتِهِ'' ترجمہ: کیا مسجد بیت میں خنثٰی کا اعتکاف کرنا صحیح ہے؟ اس بارے میں میں نے کوئی صراحت نہیں دیکھی، اور ظاہر یہ ہے کہ اس کے مرد ہونے کے احتمال کی وجہ سے درست نہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص441، دارالفکر، بیروت)

متفرق احکام

اعتکاف کا ایصالِ ثواب

سوال: کیا اعتکاف کا ثواب دوسروں (زندوں اور مردودں) کو ایصال کر سکتے ہیں؟

جواب: کر سکتے ہیں۔ علامہ عینی بنایہ میں فرماتے ہیں ''الاصل ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة اوصوماً اوصدقة اوغيرها ش كالحج وقراءة القران والاذكار وزيارة قبور الانبياء والشهداء والاولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع انواع البر والعبادة كالزكوٰة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، اوبدنية كالصوم والصّلوٰةو الاعتكاف وقراءة القران و الذكر والدعاء اومركبة منها كالحج والجهاد وفى البدائع جعل الجهاد من البدنيات وفى المبسوط جعل المال فى الحج شرط الوجوب فلم يكن الحج مركبا قيل هو اقرب الى الصواب ولهذ الايشترط المال فى حق المكى اذا قدر على المشى الى عرفات فاذا جعل شخص ثواب ماعمله من ذلك الىٰ اخر يصل اليه وينتفع به حيا كان المهدى اليه او ميتا'' ترجمہ: اصل یہ ہے کہ انسان اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اس کے علاوہ، ہدایہ۔ جیسے حج تلاوتِ قرآن، اذکار، انبیاء، شہداء، اولیاء اور صالحین کے مزارات کی زیارت، مُردے کو کفن دینا، اور نیکی وعبادت کی تمام قسمیں جیسے زکوٰۃ، صدقہ، عشر، کفارہ اور ان کے مثل مالی عبادتیں، یا بدنی جیسے روزہ، نماز، اعتکاف، تلاوت قرآن، ذکر، دعا یا دونوں سے مرکب جیسے

حج اور جہاد اور بدائع میں جہاد کو بدنی عبادتوں سے شمار کیا ہے اور مبسوط میں مال کو حج کے وجوب کی شرط بتایا ہے تو حج مالی و بدنی سے مرکب نہیں بلکہ صرف بدنی عبادت ہوا۔کہا گیا یہ درستی سے زیادہ قریب ہے۔اسی لیے مکی کے حق میں مال کی شرط نہیں جبکہ وہ عرفات تک پیادہ جانے پر قادر ہو،تو جب مذکورہ عبادات میں سے اپنی ادا کی ہوئی کسی عبادت کا ثواب کوئی شخص دوسرے کے لیے کردے تو وہ اسے پہنچے گا اور اس سے اس کو فائدہ ملے گا۔جسے ہدیہ کیا ہے وہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو۔

(البناية شرح الهداية، باب الحج عن الغير،ج،ص،المكتبة الامدادية ،مكة المكرمة)☆(فتاوی رضویہ،ج9،ص670،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

معتکف کا چپ رہنا کیسا ہے؟

سوال:معتکف کا چپ رہنا کیسا ہے؟

جواب:معتکف اگر بہ نیّت عبادت سکوت کرے یعنی چپ رہنے کو ثواب کی بات سمجھے تو مکروہِ تحریمی ہے اور اگر چُپ رہنا ثواب کی بات سمجھ کر نہ ہو تو حرج نہیں اور بری بات سے چُپ رہا تو یہ مکروہ نہیں، بلکہ یہ تو اعلیٰ درجہ کی چیز ہے کیونکہ بری بات زبان سے نہ نکالنا واجب ہے اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ یعنی مباح بات بھی معتکف کو مکروہ ہے،مگر بوقت ضرورت (اجازت ہے) اور بے ضرورت مسجد میں مباح کلام نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

(بہارشریعت،حصہ5،ص1027،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

فتاوی ہندیہ میں ہے"فَمِنْهَا الصَّمْتُ الَّذِي يَعْتَقِدُهُ عِبَادَةً فَإِنَّهُ يُكْرَهُ هٰكَذَا فِي التَّبْيِينِ وَأَمَّا إذَا لَمْ يَعْتَقِدْهُ قُرْبَةً فَلَا يُكْرَهُ كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَأَمَّا الصَّمْتُ عَنْ مَعَاصِي اللِّسَانِ فَمِنْ أَعْظَمِ الْعِبَادَاتِ كَذَا فِي الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ "ترجمہ:ان میں سے ایک وہ خاموشی ہے جس کو عبادت اعتقاد کرے یہ مکروہ ہے،اسی

طرح تبیین میں ہے،اور اگر خاموشی کے عبادت ہونے کا اعتقاد نہ کرے تو مکروہ نہیں ہے،اسی طرح بحر الرائق میں ہے،بہرحال زبان کو گناہوں سے بچانے کے لیے خاموشی اختیار کرنا تو یہ عظیم عبادات میں سے ہے،اسی طرح جوہرۃ النیرہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ ،ج1،ص213،دارالفکر،بیروت)

معتکف چپ بھی نہ رہے اور کلام بھی نہ کرے تو کیا کرے؟

سوال:معتکف چپ بھی نہ رہے اور کلام بھی نہ کرے تو کیا کرے؟

جواب:معتکف نہ چُپ رہے، نہ کلام کرے تو کیا کرے،قرآن مجید کی تلاوت کرے،حدیث شریف کی قراءت اور درود شریف کی کثرت،علم دین کا درس و تدریس، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سیر و اذکار اور اولیاو صالحین کی حکایت اور امورِ دین کی کتابت کرے۔درمختار میں ہے"(وَتَكَلَّمَ إلَّا بِخَيْرٍ)۔۔كَقِرَاءَةِ قُرْآنٍ وَحَدِيثٍ وَعِلْمٍ) وَتَدْرِيسٍ فِي سِيَرِ الرَّسُولِ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ -وَقَصَصِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِينَ وَكِتَابَةِ أُمُورِ الدِّينِ "ترجمہ:معتکف اچھا کلام ہی کرے جیسے قرآن و حدیث پڑھنا،علمی گفتگو کرنا،سیرت رسول کی تدریس کرنا،انبیاء کے قصص بیان کرنا،نیک لوگوں کی حکایات بیان کرنا اور دینی امور لکھنا۔ (درمختار مع ردالمحتار،ج2،ص449تا450،دارالفکر،بیروت)

پچھلی امتوں میں اعتکاف

سوال:کیا پچھلی امتوں میں بھی اعتکاف کی عبادت موجود تھی؟

جواب:پچھلی اُمتوں میں بھی اعتکاف کی عبادت موجود تھی۔چنانچہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عالی شان ہے﴿وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا

بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَالۡعٰکِفِیۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿﴾ ترجَمہ کنزُ الْاِیمان: اورہم نے تاکید فرمائی ابراہیم واسمٰعیل (عَلَیۡہِمَا السَّلام) کوکہ میرا گھر خوب سُتھرا کروطواف والوں اور اعتِکاف والوں اوررُکوع وسُجود والوں کیلئے۔

(پ1،سورۃ البقرۃ،آیت125)

مُفَسّرِشہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں ''معلوم ہوا کہ مسجِدوں کو پاک صاف رکھا جائے، وہاں گندگی اور بد بودار چیز نہ لائی جائے یہ سنّتِ انبیاء ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتِکاف عبادت ہے اور پچھلی اُمتّوں کی نَمازوں میں رکوع سُجود دونوں تھے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کا مُتَولی ہونا چاہیئے اور متولی صالح (پرہیز گار) انسان ہونا چاہیئے۔ مزید آگے فرماتے ہیں: طواف ونماز واعتکاف بڑی پرانی عبادتیں ہیں جوزمانہ ابراہیمی میں بھی تھیں۔''

(نورالعرفان،ص29)

اعتذار

حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ پروف ریڈنگ کی کوئی غلطی نہ ہولیکن بتقاضائے بشریت اگرکوئی غلطی رہ گئی ہوتو قارئین سے التماس ہے کہ ناشر سے رجوع فرمائیں ان شاءاللہ آئندہ اس کودرست کردیا جائے گا۔

سحری کی دعا

وَبِصَوۡمِ غَدٍ نَّوَیۡتُ مِنۡ شَھۡرِ رَمَضَانَ.

ترجمہ: میں نے کل کے ماہِ رمضان کے روزے کی نیت کی۔

اِفطار کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ لَکَ صُمۡتُ وَبِکَ اٰمَنۡتُ وَعَلَیۡکَ تَوَکَّلۡتُ وَعَلٰی رِزۡقِکَ اَفۡطَرۡتُ۔

ترجَمہ: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھی پر بھروسہ کیا اور تیرے دیئے ہوئے رِزق سے روزہ اِفطار کیا۔

تسبیح تراویح

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ

سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ

وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ

الَّذِی لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ

قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ يا مجير يا مجير

يا مجير۔

پہلے عشرے کی دعا

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِی بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ

دوسرے عشرے کی دعا

اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

تیسرے عشرے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ